رجسٹرڈ ایل نمبر ۶

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجالانیوالا اکیلا اخبار

ہر ماہ کی ۸-۱۶-۲۴ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

مورخہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ / ۱۶ نومبر ۱۹۲۴ع

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے تین روپیہ (للعہ)
" ششماہی " ایکروپیہ بارہ آنہ (عہ)
" سالانہ امراء سے سات روپیہ (معہ)
" ممالک غیر سے
۸ شلنگ

یھدی اللہ لنورہ من یشاء

نور

قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

مقاصد

۱- اسلام کی خوبیاں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اسکی حقیقت کو ظاہر کرنا
۲- سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا۔
۳- دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل اور صحیح جواب دینا۔
۴- راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرنا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۱ | ایڈیٹر: شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ ودوان برہمچاری | نمبر ۱

دوستوں کی ہمدردی کا عملی ثبوت

جن دوستوں نے اس آڑے وقت میں نور کے ساتھ عملی ہمدردی ومحبت کا ثبوت دیا ان میں سے چند احباب کرام کے نام تو ۳ ستمبر کے پرچہ میں شایع ہو چکے ہیں باقی دوستوں کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں اللہ ان دوستوں کو جزائے خیر دے۔ اور دوسرے دوستوں کو جنہوں نے تاحال اس ضروری فرض کی طرف توجہ نہیں کی توفیق دے کہ وہ بھی اس نازک وقت میں ایک مجاہد اور غازی پرچہ کی اعانت کے لئے عملی رنگ میں حصہ لیں۔

جناب سردار امیر محمد خاں صاحب تمندار دو خریداروں کی قیمت اپنی گرہ سے

سید حبیب الرحمٰن صاحب ۱/۲ خریدار
جناب سکرٹری صاحب انجمن احمدیہ پشاور ۱ "
جناب محمد ابراہیم صاحب ۲ "
جناب ایم. کے عابد صاحب قیمت اپنی گرہ سے ۱ "
جناب منشی عبدالعظیم صاحب ۲
جناب محمد نواب صاحب ۱
جناب میاں غلام حسین صاحب سب اورسیر ۱
جناب محمد عالم صاحب ممباسہ اور کسی ایک سکھ صاحب کے نام افریقہ میں اخبار نور جاری کرایا ہے
جناب عبدالعزیز صاحب ٹیلر ماسٹر قیمت اپنی گرہ سے ۱ خریدار
جناب حیات محمد صاحب سب ڈویژنل افیسر چھ خریداروں کی قیمت اپنی گرہ سے
جناب سید محمد حسین شاہ صاحب ۱ خریدار
جناب محمد اکرم خان صاحب اپنے علاوہ ۳ "
جناب بابو عبدالرحمٰن صاحب نیروبی سے

۵۳ پہلے اور ۱۴ اب گویا کل ۶۷ خریداروں نے اس نازک میں اپنے فرض کو ادا کیا اور باقی سب دوستوں کی طرف یہ قرضہ جوں کا توں قایم ہے جنہوں نے تاحال اس طرف توجہ نہیں فرمائی جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں نور کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے ابھی بہت کچھ آپ کی توجہ اور جدوجہد کی ضرورت ہے۔ حیرت وتعجب ہے کہ سوائے ۶۷ دوستوں کے اس آڑے وقت میں باقی احباب کے کان تک جوں تک نہیں رینگی۔ اگر باقی دوست توجہ کریں تو یہ کمی ایک ہفتہ کے اندر اندر پوری ہو سکتی ہے۔ اور تکلیف میں ہی کسی کی دستگیری کا وقت ہوتا ہے ورنہ

آئیں گے بعد مرنیکے میرے مزار پر ۔ پتھر پڑیں گے تیرے ایسے پیار پر

مجھے نور کے خیرخواہوں سے یہ توقع رکھنی چاہیئے کہ وہ نور کی توسیع اشاعت کے لئے غیر معمولی ہمت اور جدوجہد سے کام لیں گے اور دوسرے پرچہ کے شایع ہونے تک یہ کمی پوری کر دیں گے اس امتحان کے وقت میں نور آپ سے اور کچھ نہیں چاہتا صرف ایک ایک خریدار اگر زیادہ دیں تو مہربانی۔ اب نور کے وہ کون سے خریدار ہوں گے جن کے ایک دو دوست نہ ہوں۔ اور پھر وہ کون سے دوست ہوں گے جنہیں نور جیسے مجاہد اور غازی پرچہ کی خریداری کے لئے کہا جائے اور وہ انکار کر دیں صرف دوستوں کی توجہ کی ضرورت ہے۔

ضروری اطلاع:- جن دوستوں کے نام یکم اکتوبر کو وی پی کئے گئے ہیں۔ وہ وصول فرما کر اس نازک وقت میں اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیں۔ ہاں اگر کسی صاحب کو وی پی کے وصول کرنے میں کوئی عذر ہو تو وہ دس روز تک وی پی کو بطور امانت رکھکر دفتر نور سے خط وکتابت کر کے اپنا عذر

نور اینڈ سنز کی تیر بہدف و شہرۂ آفاق دوائیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دنیا موتی سرمہ پر فریفتہ ہے

کیونکہ تجربہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہمارا ساختہ موتی سرمہ رجسٹرڈ جملہ امراض چشم کے لئے تریاق ہے۔ ککرے۔ دھند۔ غبار۔ ضعف بصر۔ جالا۔ پھولا۔ پانی بہنا۔ خارش۔ رتوندا۔ گوہانجنی ناخونہ۔ ابتدائی موتیا بند غرضیکہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ اگر آپ کو اپنی پیاری آنکھوں سے کچھ بھی محبت ہے جس کے بغیر دنیا اندھیر ہے۔ تو آپ کو آج سے ہی موتی سرمہ کا استعمال شروع کر دینا چاہیئے۔ جو نہ صرف آپ کے نور بصارت کو ہی ترقی دے گا بلکہ جملہ امراض چشم سے آپ کی پیاری آنکھوں کو محفوظ رکھے گا۔ قیمت فی تولہ صرف دو روپے آٹھ آنے

موتی سرمہ کا تازہ کرشمہ

جناب منشی فخر الدین صاحب ملتانی مالک کتاب گھر قادیان تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے بدقسمتی سے ککروں کی شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ عام مختلف ادویات استعمال کیں مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا۔ مگر موتی سرمہ کے استعمال سے دو چار روز میں ہی یہ شکایت دور ہو گئی۔ اس کے لئے میں موجد کو علاوہ شکریہ کے مبارکباد دیتا ہوں اب اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے۔ کہ جہاں اور دوائیں ناکارہ ثابت ہوئیں وہاں موتی سرمہ نے اثر مسیحائی دکھلایا۔

لوگ موتی دانت پوڈر کو ہی پسند کرتے ہیں

اطبا کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ گندہ منہ اور میلے دانت ہزارہا بیماریوں کا گھر ہیں۔ اگر آپ اپنی صحت کو ضروری سمجھتے ہیں تو آج سے ہی موتی دانت پوڈر کا استعمال شروع کر دیں۔ گوشت خورہ دانتوں سے خون کا آنا، دانتوں پر میل جمنی یا ان کا رنگ زرد پڑ جانا۔ اور منہ سے پانی آنا۔ وغیرہ کو دور کر کے انہیں مضبوط بناتا موتیوں کی مانند چمکاتا اور بدبو دہن کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے قیمت فی شیشی صرف دو روپے

منیجر تعلیم الاسلام ہائی سکول کی شہادت:

جناب مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے سابق مسلم مشنری امریکہ حال منیجر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان لکھتے ہیں کہ میں نے یہ موتی دانت پوڈر استعمال کیا نہایت مفید پایا۔ علاوہ دانتوں کو سفید و صاف کرنے کے یہ مسوڑوں کو کیلئے بھی بہت مفید ہے۔ میرے ایک دانت میں درد تھی اس میں بہت حد تک تخفیف ہو گئی

دنیا اکسیر البدن پر گرویدہ ہے

سچ پوچھو تو نحیف جسم سے بڑھ کر دنیا میں کوئی وبال نہیں ہے ایسا آدمی زندہ درگور ہے۔

لہٰذا اگر آپ کی طبیعت پژمردہ چہرہ زرد سر یا کمر میں درد حافظہ کمزور کسی کام پر دل نہ لگتا ہو۔ طبیعت اچاٹ چلتے وقت دم چڑھ جاتا ہو۔ پنڈلیوں میں درد سی محسوس ہوتی ہاتھ پاؤں پھولتے ہوں۔ تو آپ آج سے ہی **اکسیر البدن** رجسٹرڈ کا استعمال شروع کر دیں۔ جو آپ کے مذکورہ بالا عوارض کو دور کر کے پٹھوں کو مضبوط حافظہ کو تیز چہرہ کو شگفتہ اور جسم کو چست بنائے گی۔ دل میں نئی امنگ اعضا میں نئی ترنگ اور دماغ میں نئی جولانی پیدا کرے گی۔ قیمت ایک ماہ کی خوراک پانچ روپے محصولڈاک علاوہ

حکیم صاحب کیا فرماتے ہیں

جناب حکیم پیر سراج الحق صاحب نعمانی سرساوی لکھتے ہیں کہ مجھے یہ دوا نہایت مفید ثابت ہوئی۔ اعصابی کمزوری اور درد کمر جاتا رہا۔ نزلہ کی شکایت دور اور سستی کافور ہو گئی۔ بھوک کھل گئی۔ میں طبی خیال سے کہہ سکتا ہوں کہ بے شک یہ دوا ہر مرد و عورت اور پیر و جوان کے لئے مفید ہے۔"

اکسیر معدہ

یہ کون نہیں جانتا کہ کمزور معدہ انسانی زندگی کو نکما بنا دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ درد شکم، اپھارہ، باد گولہ، پیٹ کا گڑگڑانا بدہضمی، کمی بھوک۔ ترش ڈکاریں، قے جی کا متلانا، ہیضہ، پیچش، جگر و تلی کا بڑھ جانا وغیرہ ہوتا ہے۔ اکسیر معدہ نہ صرف ان عوارض کو ہی دور کرتی ہے۔ بلکہ ہاضمہ کو تیز اور بھوک کو بڑھاتی معدہ کو طاقت دیتی اور رنگ کو نکھارتی ہے۔ یہ دوا ہر ایک بال بچے والے گھر میں ہر وقت موجود رہنی چاہیئے۔ کیونکہ صحت کا مدار قوی معدہ پر ہے اگر آپ کو کھانا خوب ہضم ہوتا ہے وقت پر بھوک لگتی ہے۔ تو آپ کے لئے سادہ غذا بھی نعمت عظمیٰ ہے۔ ورنہ مرغن اور لذیذ غذائیں بھی محض وبال ہیں اسلئے اگر آپ اپنے معدہ کو قوی بنا کر لطف زندگی سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہیں تو آج سے ہی اکسیر معدہ کا استعمال شروع کر دیں قیمت فی شیشی صرف دو روپے

ہزاروں شہادتوں کی ایک شہادت

جناب منیجر صاحب الفضل لکھتے ہیں کہ موتی سرمہ، اکسیر معدہ، موتی دانت پوڈر کا تجربہ میں نے کیا۔ دوائیں مفید پائی گئیں۔ اور یہ امر موجب خوشی ہے۔ کہ منیجر نور اینڈ سنز کسی دوائی کا اشتہار نہیں دیتے جب تک کہ مختلف آدمیوں پر اسے آزما کر مفید ہونیکا اطمینان نہ حاصل کر لیں۔"

پتہ منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہندو مسلم اتحاد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مردم ز حد خویش برون پا نہادہ اند
راہ ہزار تفرقہ بر خود کشادہ اند

عنوان مندرجہ بالا پچاسوں دفعہ لکھنے اور لکھانے میں آتا ہے کوئی شخص ایسا نہیں جو اس کی ضرورت اور اس کی ہستی سے انکار کرے۔ ہر شخص چاہے وہ ہندو ہو یا مسلمان یہی کہتا سنا جاتا ہے۔ کہ سوا اس کے گذارہ نہیں اور نہ اس کے بغیر انسان ترقی کر سکتا ہے۔ عنوان کے الفاظ اور لیڈروں کے خیالات بہت نیک اور مفید ہیں لیکن جبتک ان پر عمل نہ ہو تب تک ان کی حفاظت کا کون قائل ہو۔

جب سے

ہمارے ملک پنجاب اور ہندوستان میں ہندو مسلمان لیڈروں کا زور ہوا تو ساتھ ہی اس کے ان کے شبانہ روز لیکچر اور تقریریں اس مبحث پر ہونی شروع ہوئیں تب سے گویا یہ الفاظ بے معنی سے معلوم ہوتے ہیں جب اس پر زور دیا جاتا ہے۔ تب ہی ہندوستان اور پنجاب کے کسی نہ کسی کونہ میں ہنگامہ آرائی اور فساد کی آوازیں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ معلوم نہیں ان کے الفاظ کے معنی کوئی دوسرا رنگ اختیار کر چکے ہیں اور یا بد قسمتی سے لیڈروں کی زبان میں ہی اثر نہیں رہا۔

عوام الناس

ہماری رائے میں جب اس قدر تقاریر نہیں کی جاتی تھیں تو اس وقت اس قدر فسادات بھی نہیں ہوتے تھے۔ کچھ شک نہیں کہ جب حقوق کی بحث قوموں میں آ پڑتی ہے۔ تو اس ضمن میں ہر قوم اور ہر قوم کے افراد کی ذہنیت مختلف کونوں سے گذرتی ہوئی کچھ نہ کچھ اختلاف بھی رکھتی ہے۔ لیکن مجھے پھر بھی کہنا چاہئیے کہ باوجود تنازعہ حقوق کے بھی اب تک عوام الناس پنجاب اور ہندوستان کا دماغ ان امور اور ان نکتہ چینیوں سے خالی ہے۔ جو اس وقت موجب فساد ہو رہے ہیں مجھے آزادی سے یہ کہنا چاہئیے کہ عوام الناس کی طرف سے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان اسی حالت میں اور اسی وقت فساد شروع ہوتے ہیں۔ جبکہ ہمارے بعض جلد باز لیڈروں کی زبان سے حقوق اور قومیت کے متعلق اس قسم کے بیہودہ اور گراں بار لفظ نکل جاتے ہیں۔ جو کہ فی الحقیقت کسی نہ کسی حالت میں اور کسی نہ کسی وقت موجب فساد ہو جاتے ہیں۔

آؤ ہم

یہ تجربہ کر کے دیکھیں کہ ایسے بعض جلد باز لیڈر عام طور پر دعوت اتحاد اور درس اتفاق کا سبق چند روز کے واسطے نہ دیں اور خاموش رہیں۔ میری رائے میں کم از کم اس کا یہ اثر ہوگا۔ کہ عوام الناس کی ذہنیت ہمارے لیڈروں کی ذہنیت سے بغیر ٹکراؤ کے گذر جائیگی اور اس تشدد و مد سے جو فسادات ہوتے ہیں وہ بند ہو جائیں گے۔

اب اگر کوئی ہم سے پوچھے

کہ کن اسباب اور کن وجوہ پر اپنے جذباتی ملک اور جذباتی اقوام ہندوستان اور پنجاب میں صلح ہو سکتی ہے۔ تو ہماری رائے میں اس کے وجوہ حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔

(۱) وہی پہلی بات کہ مہربانی کر کے لیڈر خاموش رہیں۔ اور حوصلہ کے ساتھ نیک نتیجہ کا انتظار کریں کہ قدرت کیا کچھ دکھاتی ہے۔

(۲) چونکہ ہر دو اقوام ہندو اور مسلمان مذہبی رنگ میں غایت درجہ کے جذباتی واقع ہوئے ہیں۔ اس واسطے لازمی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مشاہیر قوم اور مشاہیر مذاہب پر اور ریفارمران قوم کی عزت کرنا سیکھیں۔ کیونکہ یہی وہ مرکز ہے جہاں سے فساد و نزاع کی آگ سلگتی ہوئی شعلہ زن ہوتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص مسلمانوں کے کسی نبی عیسائیوں کے کسی رسول ہندوؤں کے کسی اوتار مذہبی اور سکھوں کے کسی گورو کی بابت بعض مخدوش روایات اور قابل بحث اقوال کی بنیاد پر کچھ چہ میگوئی کرے تو اس قوم کو جس کا کوئی فرد اس قسم کی دلیری اور بد تہذیبی کا محرک ہوا ہے۔ اس کو خاص طور پر روکنا چاہئیے مثلاً۔

اگر "رنگیلا رسول" کی اشاعت کے وقت اور "وچتر جیون" کے چھپنے کے وقت ہندو قوم کے بعض سربرآوردگان اس جرات اور اس دیدہ دلیری پر سرزنش کرتے تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ مقدمات دائر ہو کر نوبت یہاں تک پہنچتی۔ جیسا کہ "اشاعت تیغ فقیر بر گردن شریر" پر جو کہ حضرت کرشن جی کی بابت ایک غیر مہذب زبان میں شایع کی گئی ہے مسلمانوں نے اس کے مصنف کو سرزنش کر کے اس امر کا پورا ثبوت دیدیا کہ مسلمان درحقیقت بزرگان ہنود کا احترام کرتے ہیں۔ اب اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ نہ تو اس مصنف کو آیندہ کے لئے ایسی کتاب کے لکھنے کا حوصلہ پڑے گا۔ اور نہ ہی کسی دوسرے کو ایسی کتاب لکھنے کی ضرورت پیدا ہوگی۔ اسی طرح اگر رنگیلا رسول کے شایع ہونے کے وقت عاقبت اندیش آریہ مصنف کو ڈانٹ دیتے تو پھر تو اس کے بعد کسی کو وچتر جیون کے لکھنے کی ضرورت پڑتی۔ اور نہ پھر ہندو مسلمانوں میں باہمی آزردگی کشیدگی اور تنفر کا یہ تناؤ ہوتا۔

(۳) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ قوموں میں صرف بڑی بڑی باتوں کی وجہ سے باہمی ناچاقی ہو جایا کرتی ہے یہ نہیں بلکہ بات یہ ہے۔ کہ ہمیشہ بڑے بڑے فساد چھوٹی چھوٹی باتوں ہی کی اشاعت اور کہنے سننے سے ہوا کرتے ہیں۔ کسی گھر کو آگ لگانے کے واسطے تمام ڈبیہ کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ صرف ایک تیلی کافی ہوتی ہے۔

ہم بلا خدشہ کسی نقطہ چینی اور کسی سرزنش کے یہ کہنے کی اجازت مانگتے ہیں کہ اس وقت بعض ہندو اخبارات اور بعض اسلامی پرچوں میں جو خواہ مخواہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر دکھ دائی مضامین شایع ہوتے ہیں ان کو سوائے مزید خرخشہ پیدا ہونے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اپنی نظروں میں تو بعض ایسے دونوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قوموں کے اخبارات ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں لکھکر اور شایع کر کے یہ امید رکھتے ہیں۔ کہ ان باتوں کے اظہار سے ہم ایک سوشل تکمیل کر رہے ہیں۔ ایسی اوچھی باتوں کی اشاعت سے نہ تو دونوں اقوام کے خیالات میں فرق آتا ہے۔ اور نہ وہ ایسے عامیانہ اعتراضات سے رکتے ہیں بلکہ بعض اوقات خود اپنی قوم کے اندر ہی یہ طریق عمل اور ایسی اشاعتیں موجب مزید گڑبڑ کا ہو جاتی ہیں۔

مثلاً بعض ہندو اخبارات بہ سلسلہ مختلف اعتراضات کے مسلمانوں کے نسبت عام طور پر غنڈوں کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح ہندوؤں کی دیکھا دیکھی بعض اسلامی اخبارات نے بھی اس لفظ کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ یہ ایک ایسی غلطی ہے۔ جو ایک طرف یہ اور دوسری طرف بڑے بڑے لیڈروں کی دعوت اتحاد ہندو مسلمان اگر مقابلہ میں لائی جائے۔ تو اخبارات کی اس بدزبانی کا پلڑا بھاری رہے گا۔ غنڈوں وغیرہ کے دلخراش الفاظ کی بجائے اگر صرف یہ لکھدیا جاتا کہ بعض ناعاقبت اندیش لوگوں کا یہ فعل کیسا بدنام کنندہ ملک ہے تو اس کا اثر کچھ اور ہوتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض آریہ اور ہندو اخبارات جب بعض مسلمانوں کو یہ کہتے سنتے ہیں کہ پردہ ہماری رائے میں قرآن کے خلاف ہے۔ تو بعض جوشیلے ہندو جھٹ کہدیتے ہیں کہ اسلام کا ایک اور ستون یا منار گر گیا۔

(۳) مثلاً ایک لیڈی صاحبہ جو مصر سے آئیں جن کا نام ذکیہ سلیمان ہے۔ انہوں نے لکھنؤ میں ایک لیکچر دیا جس کی بابت لاہور کا ایک آریہ اخبار لکھتا ہے کہ سننے والوں میں سے اکثر ہندو ذکیہ سلیمان کے لیکچر سے خوش ہوتے تھے اور ہنستے تھے۔ مسلمانوں کو شرمندہ ہونا پڑا۔ بھلا اس اخبار سے کوئی پوچھے کہ کیا ہندوستان میں فی صدی ۹۵ سے بھی زیادہ پردہ ہے جب خود ہندوستان میں لوگ یہ کیفیت دیکھتے ہیں تو نہیں ذکیہ کے لیکچر سے شرمندہ کیوں ہونا پڑا۔ اور ذکیہ نے بھی تو قرآن مجید کو جھٹلایا نہیں بلکہ پردہ والی آیات کی تفسیر کی ہے۔ جو ہر شخص کر سکتا ہے۔

(۴) ترکوں نے اپنی قومی مصلحت اندیشی سے کچھ اصلاحات کیں اور پرانے توہمات کو دور کرنے کے قوانین بھی جاری کئے۔ اپنے ملکی لباس کو چھوڑ کر انگریزی لباس اور انگریزی ٹوپی پہننی شروع کی۔ آریہ اور ہندو اخبارات نے شور مچایا کہ بس اسلام خطرہ میں ہے اور ترک اسلام چھوڑ بیٹھے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ لالہ جی کون قوم اپنی اصلاح نہیں کرتی۔ سوامی دیانند صاحب نے تھوڑی سی اصلاح کی ہے۔ راجہ رام موہن رائے نے کیا اصلاح میں کچھ کمی کی ہے۔ کیا ان ہر دو صاحبوں کے طریق عمل سے کوئی دوسرا نہیں کہہ سکتا۔ کہ لو ہندو مذہب خطرہ میں ہے۔ رہا ترکوں کا لباس بدلنا۔ پہلے معترض یہ تو سوچیں کہ اسلام میں کونسا مسلمانوں کے لئے خاص لباس ہے۔ جس ملک میں جاؤ اسی ملک کا لباس مسلمان پہنتے ہیں۔ ہندوستان میں بہت سے مسلمان دھوتی پہنتے اور انگرکھا پہنتے۔ اور دو پلڑی ٹوپی بھی استعمال کرتے ہیں۔ کیا اس سے بھی اسلام خطرہ میں ہو گیا۔ اور اب خود ہندوستان میں کتنے مسلمان ہیں جو انگریزی لباس کا استعمال کرتے ہیں۔

اچھا بھائی انصاف سے کہو کہ ہندوؤں نے جو ایک مدت سے کسی حد تک اسلامی لباس اختیار کیا ہوا ہے اور دوسری طرف یورپین لباس بھی بڑے شوق سے استعمال کرتے ہیں تو کیا اس سے یہ کہا جائیگا کہ آریہ یا ہندو مذہب خطرہ میں ہے۔

حضرات! یہ سب باتیں چڑنے اور چڑانے کے لئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ان کی اور کچھ حقیقت نہیں۔ دیکھئے پراچین ہندو صاحبان سمندر کے پار جانا کیسا برا سمجھتے تھے۔ اب یہ بات نہیں رہی کیا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس تبدیل خیال سے ہندو مذہب خطرہ میں ہے

عقد بیوگان

جہاں تک ہمیں یاد ہے سوامی دیانند صاحب نے ستیارتھ پرکاش میں صاف طور لکھا ہوا ہے کہ عقد بیوگان نہ کیا جائے اب جو آریہ صاحبان خصوصیت سے اس پر زور دیتے ہیں۔ کیا مسلمان اس پر کوئی اعتراض کر سکتے ہیں۔ اگر کریں تو ان کی زور آوری ہے۔ تو کیا یہ کہا جائیگا کہ چونکہ آریہ صاحبان خلاف ارشاد سوامی دیانند جی کے اس پر زور دے رہے ہیں۔ اس واسطے آریہ مذہب خطرہ میں ہے۔

اگر

مسلمان اس پر بار بار لکھنا شروع کر دیں اور زور دیں کہ کیوں آریہ اور ہندو صاحبان کے چوکوں میں گوماتا کے بول براز کا لیپن دیا جاتا ہے۔ اور اپنی ہر اخبار میں یہ تذکرہ کریں اور کہیں کہ کیوں آریہ اور ہندو ایسا عمل ترک نہیں کرتے تو کیا یہ بات خواہ مخواہ کی چھیڑ نہ ہو گی۔ اگر مسلمان اپنے اخبارات میں یہ لکھنا شروع کر دیں۔ کہ کیوں آریہ اور ہندو سکھوں کی طرح داڑھیاں نہیں رکھتے اور صفاچٹ کراتے ہیں۔ اور اس پر یہ حاشیہ آرائی بھی کر دیں۔ کہ ایسا عمل سکھ مذہب کے خلاف ہے۔ جن کو وہ اپنا سمجھتے اور کہتے ہیں۔ تو کیا ایسا کہنے والے کی جانب سے خواہ مخواہ کی چھیڑ چھاڑ نہ نہیں ہو گی۔

ہم جانتے ہیں

اور سمجھتے ہیں کہ دونوں اقوام کے اس قسم کے مضامین محض اخبارات کی خانہ پری اور مشغلہ ہوتا ہے بعض آریہ اخبارات کہتے ہیں کہ ہم نے جب سے اسلامی پردہ کی مخالفت کی ہے۔ تب سے بہت سے لوگوں نے پردہ چھوڑ دیا ہے یہ محض خوش فہمی ہے۔ اگر بعضوں نے چھوڑ دیا تو اکثروں نے قبول بھی کر لیا ہے۔ تھوڑے دن ہوئے کہ مجھے ایک رسالہ "ترجمان قوم مومن" کے دیکھنے کا موقعہ ملا اس میں اس کے ایڈیٹر صاحب جو ایک مشہور لکھنے والے آدمی ہیں اپنے رسالہ میں یہ لکھا کہ قوم مومن کی ضروریات میں سے ایک یہ بھی ضرورت ہے۔ کہ ان میں جو پردہ کم ہے تکمیل ہو جائیگا۔

کیا یہی اثر آریہ اخبارات کا ہے کبھی کبھی برقعہ پوشی پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام مسلمانوں عورتوں کو کس سختی سے قید رکھنا چاہتا ہے۔ ہم تعجب کرتے ہیں اس قسم کی نکتہ چینیوں سے حاصل کیا۔ برقعہ کے مخالفوں نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ہندو عورتیں جو ابھی تک عموماً اور خاص خاص دیویاں بھی گھونگھٹ کئے ہوئے دیکھی جاتی ہیں۔ تو کیا یہ گھونگھٹ برقعہ کا منہ بولا بھائی نہیں ہے۔ کیا اس کو بند

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کر دیا گیا ہے۔ اگر مسلمان اس پر زور دیں ہندو دیویاں کیوں گھونگھٹ نکالتی ہیں۔ تو کیا یہ سمجھا جائیگا کہ مسلمانوں نے اس نکتہ چینی سے کوئی عقلمندی کا کام کیا ہے۔

ایسی باتیں

رواجی اور سوشل ہوتی ہیں۔ انہیں نا تو نکتہ چینی بند کر سکتی ہے۔ اور نہ اعتراضات۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جائیگا۔ ہر قوم کی تہذیب بدلتی رہے گی۔ اور ہر قوم کے سوشل رواجات میں بھی فرق پڑتا چلا جائے گا۔ پھر بعض ہندو اور مسلمانوں کا خواہ مخواہ ایسے سوشل امور کی نسبت ایک دوسرے پر جلے دل سے چوٹیں کرنا کون سی عقلمندی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ ہمارے ان خیالات سے بعض لوگوں کو اختلاف ہوگا۔ بعض لوگ کہیں گے کہ کیوں جب ہم خود اپنی قوم کے اصلاحی تنظیم میں لگے ہوئے ہیں۔ تو کیوں کسی دوسری قوم کی اصلاح کا بیڑہ نہ اٹھائیں۔ جناب من آپ کی یہ ہمت قابل داد ہے۔ لیکن نہ اس سوختہ زبان سے کہ جو اصلاح کرتے کرتے دونوں قوموں میں خواہ مخواہ فساد اور شرارت کا موجب ثابت ہو۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ دونو قومیں اتحاد ہو

اور اتفاق کی بنیاد پڑے تو سب سے پہلے ہمارے قومی اخبارات خواہ ہندوؤں کے ہوں یا مسلمانوں کے ایسی جلی کٹی امن سوز ضمیر کش باتوں کے اظہار اور اشاعت سے بچیں۔ کیونکہ اسمیں آپکا اور آپ کے ملک کا بھلا ہے

ہز ایکسیلنسی گورنر انکونسل نے شہر لاہور کے معروف و مشہور ڈاکٹر جناب میرزا یعقوب بیگ صاحب ایل۔ ایم۔ ایس کو پنجاب سلیکٹ میڈیکل فیکلٹی کے مجلس حاکمہ کا ممبر مقرر کر لیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ مخلوق خدا کی طبی خدمت میں صرف کیا ہے۔ اور جس تن دہی اور محبت سے اس خدمت کو سر انجام دیتے رہے ہیں اس نے آپکو ہر طبقہ و ملت کے لوگوں میں ہر دلعزیز بنا دیا ہے۔ ڈاکٹروں کی برادری میں آپکو عزت کا مقام حاصل ہے گورنمنٹ مستحق مبارکباد ہے۔ کہ ایسے خیر خواہ مخلوق کی خدمات کی قدر دانی کی۔ اور اسے وہ اعزاز عطا فرمایا۔ جس کا وہ مدت دراز سے مستحق تھا۔

شذرات

بدھ لاما کا مسلمان نوکر

۲۲۔ اگست کا پرتاب لکھتا ہے کہ:-

"بہت سے ہندوستانیوں کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ اس لاما مہاتما کے پاس ایک مسلمان بھی ملازم ہے۔ جس کو لاما کی طبیعت پر خاص رسائی حاصل ہے۔ اس شخص کا نام میاں حسین ہے۔ اور وہ سرحد کا رہنے والا ہے"!

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں لاما پر ہندوستان کی ہوا کا اثر نہیں ہوا جو ہندو اور مسلمان کا امتیاز کرے اور باوجود قدرت کے یکساں عطیات رکھتے ہوئے ایک فریق دوسرے فریق سے بلا وجہ نفرت کرے یا چھوت پن کا اظہار کرے۔ جو ہندوستان کے لئے بہت مفید ثابت ہو رہا ہے

تبت کی قدامت پسندی

یہی اخبار آگے چلکر لکھتا ہے کہ:- "مشرقی تبت کے لوگ قدامت پسندی کے دلدادہ معلوم ہوتے ہیں۔ جس طرح تبت کے پرانے اور بیکاری اپنی قدیم وضع کو نہیں چھوڑتے۔ اسی طرح گورنر صاحب بھی پرانی وضع کی پوشاک پہنتے اور تمام پرانے طریقوں کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ سرخ اور زرد کپڑے کا ڈھیلا ڈھالا چغہ پہنتے ہیں۔ اپنے سر پر رنگوں سے مرصع ٹکٹ رکھتے ہیں۔ اپنے بالوں کو عورتوں کی طرح بنواتے ہیں اور کانوں میں بالیاں پہنتے ہیں"!

ان کی قدامت پسندی ہندوستان کی نئی روشنی پر فوقیت نہیں رکھتی یہ لوگ تو باوجود قدامت پسند ہونیکے بھی مسلمان سے نفرت نہیں کرتے مگر ہندوستان کے رہنے والے ہندو باوجود ادعائے تہذیب اور نئی روشنی کے پھر بھی جس شد و مد سے تمدنی اور مذہبی نفرت مسلمانوں سے کرتے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے حالانکہ مسلمانوں سے بڑھ کر اور کوئی طہارت کا حامی نہیں ہے۔ اور یہ سب مسلمانوں کو صرف ان کی وسعت قلبی پر مل رہی ہے

آریوں کا سکھ گوروں پر بہتان

۱۴۔ اگست کا پرکاش لکھتا ہے کہ کون نہیں جانتا کہ گورو نانک کٹر ہندو دھرم انویائی تھے"

سکھ گوروں کو ہندو کہنا بلا شبہ یہ سکھ گوروں پر بہتان عظیم ہے۔ اور دوسرے رنگ میں توہین ہے۔ ہندو مذہب کے متعلق شری گورو نانک دیوجی مہاراج کا فتویٰ درج ذیل ہے۔ ایڈیٹر پرکاش ذرا آنکھیں کھول کر پڑھے: شری گرنتھ صاحب وار بہاگڑ محلہ ۱

ہندو مولے بھولے اکھٹی جائیں
نارو کہیا سے پوج کرائیں۔۔۔
اندھے گونگے اندھ اندھار
پاتھر تے پوجے مگدھ گوار۔۔
اوہ جے آپ ڈبے تم کہاں تارن ہار

اور دیکھو جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۱ سطر ۱۳

ہندو ہوئے بت پرست جانت بت خدا کو
لش کر کافر آنکھیں ہوئے رہے گمراہی

اب ہم اس کا ترجمہ تک بھی نہیں کرتے مبادا اسے کوئی اپنی دلازاری سمجھ لے مگر کیا ان اقوال کی موجودگی میں کوئی صحیح الدماغ انسان خواب میں بھی یہ خیال کر سکتا ہے کہ ان اقوال کے کہنے والا ہندو یا ہندو دھرم کا ثنا خواں ہو سکتا ہے ہرگز ہرگز نہیں ؏

ایں خیال است و محال است جنوں

ایسے خام خیال لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عام سکھوں کی طرف سے ایک مستند کتاب شائع ہو چکی ہے جس کا نام "سکھ ہندو نہیں" اس متفقہ فیصلہ کے بعد یہ کہنا کہ سکھ ہندو ہیں بلا شبہ یہ سکھ مذہب کی توہین ہے۔ سکھوں کو ہندو کہنا وہی اثر رکھتا ہے۔ جس طرح آریوں کو عیسائی کہنا۔ جب کوئی آریہ عیسائی کہلانا ایک منٹ کے لئے بھی پسند نہیں کرتا تو پھر آریہ صاحبان کیوں

ہر چہ بر خود نپسندی بدیگراں مپسند

کے مشہور مقولہ پر عمل نہیں کرتے۔

خداوند کریم ہمارے ان جوشیلے ہمسایوں کو عقل و سمجھ دے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سکھوں پر دوسرا بہتان

یہی اخبار مذکورہ بالا پرچہ میں آگے چل کر لکھتا ہے کہ "سکھوں میں گورو نانک دیو کو اوتار مانا جاتا ہے" یہ ایڈیٹر پرکاش کی کتنی بھول ہے کاش ایڈیٹر پرکاش جو ایک مذہبی اخبار کے ایڈیٹر ہونے کا مدعی ہے۔ سوائے مسلمانوں کو منہ چڑانے کے کچھ اور بھی جانتا ہوتا۔ تو وہ آج اپنے ہمسایوں (سکھوں) پر یہ الزام نہ لگاتا کہ "سکھ لوگ گورو نانک جی مہاراج کو اوتار مانتے ہیں۔ سکھوں کی مذہبی کتب میں لکھا ہے۔ راگ رام کلی

اوتار نہ جانے انت
پرمیشور پار برہم بے انت

پھر بھیروں میں درج ہے

سو مکھہ جلو جت کہے ٹھاکر جونی

یعنی وہ زبان کیوں نہیں جاتی جو پرمیشور کو انسانی کالبد میں آتا مانتی ہے۔ پھر آسا محلہ میں لکھو

جگہ جگہ کے راجے کیتے گاوے کر اوتاری
تن بھی انت نہ پایا تا کا کیا کر آکھ و یچاری

دیکھئے اس جگہ ہندوؤں کے عقیدہ اوتار کو کس جرات کے ساتھ رد کیا ہے۔ پھر ملاحظہ ہو۔ تیبد ہزارے

بن کرتار نہ کرتم مانو
آد اجون اجے ابناشی تیہہ پرمیشور مانو
تات مات نہ ذات جا کر پتر پوتر مکرند
کون کاج کہا میں گے تے آن دیو کے نند
سو کم مانس روپ کہائے
سدھ سمادھ کر ہارے کو اور نہ دیکھن پائی

کیا اب اس سے بڑھ کر بھی عقیدہ اوتار کی تردید ہو سکتی ہے۔ میں ایڈیٹر پرکاش کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں۔ کہ وہ آئندہ سکھوں پر اوتار پرستی کا الزام لگانے سے اجتناب کرے۔ کیونکہ ایک موحد قوم پر اوتار پرستی کا الزام لگانا ان کے مذہبی جذبات سے کھیلنا ہے۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ جب ایڈیٹر پرکاش کی ذہنیت مسلمانوں کو برا بھلا کہنے کے سوا اور بھی کچھ واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کرے

بابو بپن چندر پال اور آریہ سماج

آخر بابو بپن چندر پال مشہور بنگالی لیڈر کو یہ بات ماننی پڑی کہ ہندو مسلم کی موجودہ کش مکش کی ذمہ وار زیادہ تر آریہ سماج ہے۔ چنانچہ اخبار انگلش مین میں آپ نے ہندو مسلم فسادات کے وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "آریہ سماج کی سرگرمیاں ہی اس فساد کی ذمہ وار ہیں" کاش بابو صاحب اس امر کا اظہار آج سے تین سال قبل ہی کر دیتے۔ تو غالباً بنگال آریہ سماج کی نظر کرم سے بہت حد تک محفوظ ہو جاتا۔ خیر اگر صبح کا بھولا شام کو آجائے تو اس کو بھولا نہ سمجھنا چاہیئے۔ اب بابو بپن چندر پال پر آریہ سماج کا لے دے کر رہا تھا۔ اور برا بھلا کہنا ایک قدرتی امر ہے۔ کیونکہ الحق مر ہے سے کون انکار کر سکتا ہے۔ مگر آریہ سماج کو بھی اب ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ ہر ایک لیڈر جو تحقیقات کرتا ہے آخر اس نتیجہ پر ہی پہنچتا ہے۔ آخر اس کی کوئی وجہ۔ لہذا آریہ سماج کو بھی اپنی موجودہ روش میں تبدیلی کر لینی چاہیئے کیونکہ اب تو آریہ سماج کو بھی بہت حد تک اس کا تجربہ ہو چکا ہے کہ ہندوستان کی بہتری اسی میں ہے کہ ہندو مسلم باہم محبت و پیار سے رہیں۔ ورنہ یہ بدامنی کی فضا دونوں کا ستیاناس کر کے رہے گی۔

آریہ سماج سکھوں کو فساد کیلئے اکسا رہا ہے

ملک پہلے ہی جن نازک حالات سے گذر رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے مگر قربان جایئے آریہ ذہنیت کے جو سکھوں کو اکسا کر رہے سہے امن کا بھی بیڑا غرق کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ پرکاش اپنے ۱۳ر اگست کے اشو میں لکھتا ہے کہ

"سکھہ بھائیو شرپسند احمدی آئے دن گورو نانک دیو کی ذات پر ان کے مسلمان ہونے کا الزام لگا کر ان کی ایک طرح توہین کرتے رہتے ہیں لیکن تم خاموش ہو"

اب اس سے بڑھ کر سکھوں کو اکسانے کے لئے اور کون سے خطرناک الفاظ ہو سکتے ہیں۔ سکھ اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے نزدیک اسلام سے بڑھ کر اور کوئی عمدہ دین نہیں۔ اور حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ کو بھی اس پاک دین کی طرف منسوب کرتے اور پھر گورو نانک صاحب کو مسلمان ایک ولی اور بزرگ کا درجہ دیتے ہیں لہذا مسلمان حضرت بابا صاحب کو ایک واجب الاحترام اور ولی و فارسی سمجھتے ہیں۔ لہذا سکھ صاحبان آریہ سماج کی اکساہٹ میں کبھی بھی نہیں آسکتے۔ جس کا شروع سے یہ مسلک رہا ہے۔ "جس نوں آگ لگا جمالو دور کھڑی"!

چھلنی کیوں بولتی ہے

یہ ایک ضرب المثل ہے کہ چھاج تو بولے مگر چھلنی کیوں بولے جسمیں سو چھید احمدیوں کے برخلاف سکھوں کو اکسانے والے یہ آریہ سماج سکھوں کا ہمدرد کہاں سے آگیا۔ کیا ایڈیٹر پرکاش کو اپنے گورو اعظم سوامی دیانند صاحب کا شری گورو گورو نانک دیو جی کے متعلق وہ فتویٰ بھول گیا۔ جو انہوں نے آریہ سماج کے پانچویں وید ستیارتھ میں درج کیا ہے اگر پرکاش کے ایڈیٹر کو وہ بھول گیا ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ ستیارتھ پرکاش ایڈیشن سوم صفحہ ۴۶۵ کو ملاحظہ کرے جس میں یہ لکھا ہے کہ:-

"چاہتے تھے کہ سنسکرت میں بھی پگ اڑاؤں (ٹانگ اڑاؤں)۔ . . . . . . یہ بات اپنی عزت بڑائی اور اپنی شہرت کی خواہش کے بغیر کبھی نہ کرتے ان کو اپنی شہرت کی خواہش ضرور تھی . . . جب کچھ خود پسندی تھی تو عزت و شہرت کے لئے کچھ دمبھ (مکر و فریب) بھی کیا ہو گا"!

اب ایڈیٹر پرکاش ذرا تعصب کی عینک اتار کر دیکھیے کہ مسلمان تو شری گورو نانک جی مہاراج کو ولی اللہ کہتے اور ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ لگاتے ہیں۔ مگر تم خود اور تمہارے سب بھائی اور تمہارا گورو اعظم شری گورو نانک دیو جی مہاراج کو مکار تک کہنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اگر تم بابا صاحب موصوف کے اتنے ہی ہمدرد ہو تو آریہ سماج کا پہلا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ وہ ستیارتھ پرکاش سے شری گورو صاحب کے متعلق وہ الفاظ نکال دیں۔ ورنہ موجودہ حالات میں ہر ایک کو یہی کہنا ہی پڑے گا۔ کہ

چھلنی کیوں بولے جسمیں سو چھید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نالے ماسی نالے چونڈیاں

یہ پنجابی کی ایک ضرب المثل ہے۔ جو اس موقع پر بولی جاتی ہے۔ کہ جو شخص منافقانہ طرز سے کام لیکر ظاہر طور پر تو ایک کی عزت کا دم بھرے مگر در حقیقت دل میں گستاخی سے کام لے اور یہ ضرب المثل آریہ سماج اور آریہ سماج کے قائمقام ایڈیٹر پرکاش پر خوب صادق آتی ہے۔ سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش اا باب صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں کہ:۔

سکھ بت پرستی تو نہیں کرتے لیکن اس سے بڑھ کر گرنتھ (کتاب) کی پوجا کرتے ہیں۔ کیا یہ بت پرستی نہیں ہے کہ کسی بے جان چیز کے سامنے سر جھکانا یا اس کی پرستش کرنا تمام بت پرستی ہے۔ جیسے مورتی پوجن والوں نے اپنی دکان جاکر مورتی کی صورت نکالی ہے ایسے ہی ان لوگوں نے بھی کیا ہے"!

کیا آریہ سماجی بقول سوامی دیانند صاحب سکھ صاحبان کو ایک دوکاندار اور بت پرستوں سے بھی بڑھ کر سمجھتے ہیں؟ اگر آریہ سماج سکھوں کا ایسا ہی ہمدرد ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ فی الفور ان ہتک آمیز الفاظ کو ستیارتھ پرکاش سے نکالدے ورنہ ان الفاظ کی موجودگی میں پرکاش کے بااصول ایڈیٹر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ سکھوں کی ہمدردی کا بناوٹی دم بھرے۔ ایسے موقع پر ایسے تصنع آمیز لوگوں کی نسبت عام طور پر یہ کہا جاتا ہی

نالے ماسی نالے چونڈیاں

احمدیوں کے کام کا آریہ سماج پر رعب

آریہ سماج جسے ہماری بڑی سے بڑی خوبی بھی خطرناک عیب نظر آتا ہے آخر وہ بھی احمدیوں کی ہمت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا چنانچہ ۱۱ اگست کے پرکاش میں لکھا ہے کہ:۔

"آریو! یہ اس جماعت کی کوششوں کا نتیجہ ہے جس کی تعداد بہت محدود ہے۔ اور جسے وہ مذہب جس کا مصلح ہونے کا اس کا دعویٰ ہے۔ اپنا ہم مذہب کہنے کو بھی تیار نہیں۔ تمہارا تو یہ دعویٰ ابھی دعوے ہی ہے کہ وشو وشا نترا ور دیپ دیپانتر میں ویدک دھرم کا پرچار کرو گے۔ لیکن اگر اس قلیل التعداد جماعت نے اپنے دعوے کو عملی صورت میں دکھا دیا ہے۔ کیونکہ اس نے نہ صرف انگلینڈ میں ہی اپنی یادگار ایک مسجد تیار کر لی ہے۔ بلکہ یہ لوگ برلن میں بھی ایک عالیشان مسجد تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ آریو تمہاری کوششوں کا اگر کوئی ہے تو بتا سکتے ہو۔ نتیجہ کیا ہے"!

جادو وہ جو سر چڑھ بولے اسی کو کہتے ہیں۔ باقی رہا آریہ سماج کی کوششوں کا ذکر سو اس کے متعلق جناب گاندھی اور جناب شاستری اور مسٹر بپن چندر پال کافی روشنی ڈال چکے ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ آریہ سماج کی یہ کوششیں اچھی ہیں یا بری۔ اسے آریہ سماج سے بڑھ کر اور کون بہتر سمجھ سکتا ہے۔

ویدوں میں تکرار

سوامی دیانند صاحب نے ستیارتھ پرکاش میں اور پنڈت لیکھرام نے کلیات میں یہ اعتراض کیا ہے کہ چونکہ قرآن مجید میں تکرار ہے۔ لہذا یہ کلام الہامی نہیں ہو سکتا مگر خود وید مقدس تکرار سے بھرا پڑا ہے۔ ایک نہیں دو نہیں چار نہیں دس نہیں بیس نہیں بلکہ سینکڑوں منتر ویدوں میں حرف بحرف دہرائے گئے ہیں۔ ویدوں کی اس عظیم الشان تکرار کلام کو علمائے وید تسلیم کرتے ہیں اور اس حقیقت کے اعلان میں وہ کبھی بھی نہیں ہچکچاتے۔ "مشتے نمونہ از خروارے" ایک معزز اور ذی علم ہندو پنڈت ہری پرشاد جی کی تصنیف "وید سروسو" نامی کتاب کے صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں کہ اتھرو وید کے دس کانڈوں میں کچھ منتر رگوید کے دہرائے گئے ہیں پھر پنڈت جی اسی کتاب کے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں کہ سام وید میں ۱۷۰۰ منتر رگوید کے دہرائے گئے ہیں۔ اور اصلی سام وید صرف ۷۵ منتروں کا ہے پھر پنڈت جی موصوف اسی کتاب کے صفحہ ۶۴ پر رقمطراز ہیں۔ کہ رگوید میں چار سو سے زیادہ منتر ایسے ہیں جو بار بار دہرائے گئے ہیں۔ وغیرہ

پس جن ویدوں کے اندر اس قدر تکرار کلام موجود ہو۔ ان کے ماننے والے آریہ قرآن پر تکرار کلام کا اعتراض کریں تو یہ کمال درجہ کی دیدہ دلیری نہیں تو اور کیا ہے"!

ذرا اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھئے

آریہ گزٹ لکھتا ہے کہ ہماری برائے میں خونریزی کا ایجاد کنندہ خود بانیٔ اسلام ہے"!

کسی پر الزام لگا دینا بہت آسان ہے۔ مگر عملی کسوٹی پر پورا اترنا نہایت مشکل ہے۔ یہ آریہ سماج کا دعوےٰ ہے۔ کہ وید سب سے پرانی اور پہلی کتاب ہے۔ اگر اسمیں خونریزی کے باب کے باب بھرے پڑے ہوں تو پھر تو یہ بلا شبہ وید مقدس یا وید مقدس کے رشیوں کے سر پر ہونا چاہیئے۔ چنانچہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ملاحظہ ہو۔

"آپ اپنے مخالفوں کو آگ میں جلا ڈالیں اور جو ان کو حوصلہ دیتا ہے ان کو الٹا لٹکا کر خشک لکڑی کی طرح جلائیں"! یجروید ۱۳/۱۲

"مخالفوں کو اچھی طرح اجاڑیں اور ان کو اپنی طاقت سے ماریں۔ یجروید ۱۳/۱۳

جس ایذا رساں شخص کی ہم مخالفت کرتے ہیں یا جو ایذا دینے والا ہم سے دشمنی کرتا ہے۔ اس کو ہم شیر وغیرہ کی منہ میں ڈالدیں۔ یجروید ۱۵/۱۵

جس دشٹ سے ہم لوگ دشمنی کریں یا جو دشٹ ہم سے دشمنی کرے۔ ہم اس کو ان ہواؤں سے ہلاک کریں"۔ یجروید ۱۹/۱۵

جو ہم سے دشمنی کرے یا جس سے ہم دشمنی کریں اسکو ہم لوگ خونخوار جانوروں کے منہ میں ڈالدیں" یجروید ۱۵/۱۹

اب گریبان میں منہ ڈالکر جواب دیں کہ دنیا میں خونریزی کا ایجاد کنندہ کون ہے

آریہ سماج کو ایک اور سارٹیفکٹ

جناب گاندھی جی نے جن کی شخصیت کیا بلحاظ راستبازی کیا بلحاظ نیکدلی اور کیا بلحاظ بے تعصبی ہندوستان کے لئے مایہ ناز ہے آریہ سماج کی نسبت جس بے لاگ رائے کا آج سے تقریباً ایک سال پیشتر اظہار کیا تھا۔ وہ اس قدر مشہور ہو چکی ہی کہ اب اس کے اعادہ کی ضرورت بالکل معلوم نہیں ہوتی البتہ رائٹ آنریبل مسٹر سری نواس شاستری نے حال میں اس فرقے کو بمقام مدراس کالج ہوسٹل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سوسائٹی کے زیر اہتمام ایک جلسہ کی صدارتی تقریر کرتے ہوئے جن الفاظ میں سارٹیفکٹ دیا ہے۔ اس کا اقتباس یہ ہے،

"آریوں نے بیس تیس سال سے یوپی اور پنجاب کے امن کو تباہ کر رکھا ہے اپنی مذہبی زندگی میں انہوں نے غیر ضروری بحث داخل کر دی ہے کئی شہری مشکلات بھی انہوں نے پیدا کر دی ہیں۔ شمالی ہند میں ان کی مذہبی زندگی کی یہ ایک خصوصیت ہے۔ کہ انہوں نے مختلف فرقوں میں اختلافات پیدا کر کے سوسائٹی کے امن کو تباہ کر دیا ہے۔ آریہ سماجی اور سناتن دھرمی ایک دوسرے کا سر کاٹنے کو تیار رہتے ہیں۔ دیہات میں بھی بدامنی پھیل گئی ہے۔ بہاور ہونے کی وجہ سے آریہ سماجیوں نے پہاڑی قبائل کو بھی ہندو دھرم میں شامل کر لیا ہے"۔

بنگالی لیڈر مسٹر بپن چندر پال کی رائے بھی آپ لوگوں نے ملاحظہ کر لی۔ اب رائٹ آنریبل مسٹر شاستری کی رائے بھی آپ نے دیکھ لی۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا آریہ سماج پر ہندوؤں کے ان مسلمہ لیڈروں اور ملک کے خیرخواہوں کی رائے کا کچھ اثر ہوگا۔ تجربہ بتلاتا ہے کہ آج تک تو اس قسم کی ہر ایک رائے کو خواہ وہ کتنا ہی وزن کیوں نہ رکھتی ہو۔ آریہ سماج نے ٹھکرا دیا ہے اور غالباً اب بھی کوئی اثر نہیں ہوگا کیونکہ یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

آریوں کی بڑ

آریہ لوگ جو کام کرتے ہیں وہ تو ہے ہی مگر یہ بڑیں بہت ہانکتے ہیں۔ اور بڑیں ہانکنے میں ان کو ید طولیٰ حاصل ہے۔ چنانچہ اس کے وہ نمونہ آج ہم نور کے ناظرین کی تفریح طبع کے لئے درج ذیل کرتے ہیں ۱۰ اگست کا پرکاش لکھتا ہے کہ:۔

"آج اگر یورپ کے کئی ودوان پرنسپل رام دیو کے مرید بن رہے ہیں۔ تو ان کی دھواں دھار تقریروں کی وجہ سے نہیں۔ جن پر وہ لوگ مگدھ ہو ہو جاتے ہیں جنہیں ان کے سننے کا سوبھاگیہ پراپت ہوتا ہے۔ بلکہ ان کے ویدک میگزین کے آنکھیں کھولنے والے مضامین کی وجہ سے ہے"

ان سطور سے گویا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یورپین لوگ دھڑا دھڑ آریہ مذہب قبول کر رہے ہیں۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ آج تک ایک یورپین نے بھی آریہ مذہب قبول نہیں کیا۔ لے دے کے آریوں نے مسٹر ڈگی پہ ہاتھ ڈالا مگر ان کی ڈکیتی نے آریہ سماج کی قلعی کا بھانڈا پھوڑ دیا

اسی قسم کی ایک دوسری ٹر

چنانچہ یہی اخبار آگے چل کر لکھتا ہے کہ:۔ "کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں پر شدھی کا جادو اثر کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ کئی مولوی کھلم کھلا اسلام سے بغاوت کر کے آریہ سماج کی صف میں آکھڑے ہوئے ہیں۔ لیکن ایسے مولویوں کی تعداد تو اسنکھیہ ہے جو مولوی نہیں۔ مولوی نما رہ گئے ہیں۔ کیونکہ ان کے اسلامی ایمان کو کسی زبردست چیز نے ایسا ہلا دیا ہے۔ کہ مومن رہنے پر ان کا دل کافر بننے کو ترجیح دیتا ہے۔ لیکن یہ کس کا معجزہ ہے۔ یقیناً لیکچروں کا نہیں ستیارتھ پرکاش کے چودہویں سملاس کا اور آریہ مسافر کی کلیات کا"

بھلا اس سے بڑھ کر بھی کوئی جھوٹ ہو سکتا ہے کہ کئی مولوی اسلام سے بغاوت کر کے آریہ سماج میں شامل ہو گئے ہیں کیا ان میں سے چند مولویوں کا نام پرکاش لکھ سکتا ہے۔ اسی پر بس نہیں آگے چل کر لکھتا ہے کہ ایسے مولویوں کی تعداد تو اسنکھیہ ہے جن کے ایمان ڈانواڈول ہو چکے ہیں۔ اور وہ آریہ پنتھ کو ترجیح دے رہے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ۷ کروڑ بتلائی جاتی ہے۔ مگر اس میں بھی اسنکھیہ مولوی ویدک دھرم کی طرف مائل ہیں۔

واہ کیسی مزیدار حساب دانی ہے۔ یہ اسنکھیہ تعداد کی بڑ اورنگ زیب رحمۃ اللہ کے تعداد کے ۱½ لاکھ جنیو اتارنے سے بھی زیادہ فوقیت لے گئی ہے۔ اگر آدمی نے جھوٹ ہی بولنا ہے تو پیٹ بھر کر کیوں نہ بولے۔ جس مذہب کی آبیاری کے لئے ایسے جھوٹ کی کھاد کی ضرورت ہو اس مذہب کی تقدیس میں بھلا کس کو شبہ رہ سکتا ہے۔

اسلامی پردہ اور ویدک گھونگھٹ

خدا جانے اب آریہ سماج کی ذہنیت کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ بات بات پر اسلام پر آوازے کسنا اپنے لئے بہترین شغل سمجھتا ہے چنانچہ ۲۵ اگست کا پرکاش لکھتا ہے کہ:۔

"نہ معلوم اس وقت کیا حالات تھے جب پردہ کا شمار اسلامی شعار میں کیا گیا۔ لیکن اس وقت یہ حالت ہے کہ پردہ کی وجہ سے مسلمانوں کو شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے"۔

اسلامی پردہ بہت حکمت پر مبنی ہے۔ اور یہ سوشل زندگی کا بہترین محافظ ہے۔ اگر یہ حکمت پر مبنی نہ ہوتا تو سوامی دیانند صاحب کو یہ نہ لکھنا پڑتا کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے سکول ایک دوسرے سے بہت فاصلہ پر ہونے چاہئیں اور اب بھی ہندو مستورات میں گھونگھٹ کا رواج برقعوں کی نسبت زیادہ ہے کیا یہ گھونگھٹ برقعہ کا منہ بولتا بھائی نہیں ہے صوبہ بہار اور بنگال میں تو یہ گھونگھٹ بہت لانبا اور اس کی پابندی بہت سخت ہوتی ہے۔ آریہ سماج اگر پردے کا ایسا ہی دشمن ہے تو اسے چاہیئے کہ پہلے گھونگھٹ کے برخلاف جہاد کرے۔ اگر ہندوستان کے تمام گھونگھٹوں کا صفایا ہو جائے تو اس کے بعد پھر اسلامی پردہ پر نقطہ چینی کرے کیونکہ خیرات اول گھر سے شروع ہوتی ہے ع

اول خویش بعدہٗ درویش

بیرونی انجمنیں غور کریں

میں یہ بات اپنے ذاتی مشاہدات کی بنا پر لکھ رہا ہوں۔ تاکہ بیرونی انجمنیں ان نقائص کی اصلاح کر سکیں۔ ایک انجمن کے کارکن دو سال سے تقاضہ کر رہے تھے۔ کہ آپ ضرور ہماری انجمن کے سالانہ جلسہ پر لیکچر دیں۔ بلکہ ان کا یہ تقاضہ رنج کی حد تک بھی پہنچ چکا تھا۔ اگرچہ ڈاکٹروں نے بوجہ عارضہ سینہ مجھے کم از کم ایک سال کے لئے بولنے سے منع کیا ہے۔ مگر اس انجمن کے زور دینے پر میں نے منظور کر لیا کہ میں آپ کے سالانہ جلسہ پر ایک لیکچر دیدونگا۔ خاطر جمع فرماویں۔ لیکچر پر روانہ ہونے سے دو گھنٹہ پیشتر مجھے سینہ کے عارضہ کا دورہ شروع ہوا۔ جو لگاتار ڈیڑھ گھنٹہ شروع رہا جس نے مجھے بیہوش کر دیا۔ یہ حالت دیکھکر میری بیوی نے مجھے کہا کہ اس حالت میں اپنا جانا ملتوی کر دیں کیونکہ اسی دن رات کے آٹھ بجے میرا لیکچر تھا اس لئے میں نے کہا کہ میں نے وعدہ کر لیا ہے۔ جو بہر حال مجھے پورا کرنا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چاہیئے۔ اور خواہ کچھ بھی ہو مجھے ضرور پہنچنا چاہیے۔ مگر میں جب سٹیشن پر پہنچا۔ تو کوئی صاحب اسٹیشن پر موجود نہ تھے ایسی حالت میں ایک نو وارد کے لئے جس مصیبت کا سامنا ہو سکتا ہے۔ وہ صاف ظاہر ہے۔ اس بیماری کی حالت میں پورے دو گھنٹہ خستہ ہونیکے بعد کہیں خدا خدا کر کے جائے قیام کا پتہ چلا اور جب میں لیکچر گاہ میں پہنچا تو وقت مقرر سے چند منٹ اوپر ہو چکے تھے۔ بدون دو یا تین منٹ کے ستانے کے مجھے لیکچر کے لئے کھڑا ہونا پڑا سفر کی کوفت اور جگہ کی تلاش کی پریشانی اور گرمی و پسینہ کی وجہ سے میں مضطر ہو رہا تھا۔ میں حیران تھا کہ پلیٹ فارم پر کھڑا ہو کر بولوں تو کیا۔ جناب میر محمد اسحاق صاحب جو اس جلسہ کے پریذیڈنٹ تھے۔ وہ اس امر کے بہترین گواہ ہیں۔ کہ جب میں کھڑا ہوا تو میرا بدن اور کپڑے کس طرح پسینہ سے شرابور ہو رہے تھے۔ اسی حالت میں لیکچر دیا۔ سینہ کی عارضہ کی وجہ سے میں نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ میں صرف ایک ہی لیکچر دوں گا۔ مگر باوجود میری اس معذوری کے دوسرے لیکچر کے لئے مطالبہ اس قدر زبردست ہو رہا تھا۔ کہ گویا وہ مجبوری کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ ایسا ہی ایک اور نہایت معیوب امر ایک دوسری انجمن کی طرف سے ظہور میں آیا۔ میرے خیال میں جو قوم اپنے کام کرنیوالوں کی قدر نہیں کرتی وہ اپنے لئے کام کا میدان بہت تنگ کر لیتی ہے۔ اور بہت حد تک اپنے وقار کو بھی صدمہ پہنچاتی ہے۔ میں اپنے دوستوں کو ہمدردانہ مشورہ دیتا ہوں کہ انہیں کام کرنیوالوں کی قدر کرنی سیکھنی چاہیئے۔ جس سے موجودہ کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو۔ اور آئندہ کام کرنیوالوں کو میدان میں آنیکا حوصلہ پڑ سکے*

فوت شدوں پر مقدمہ

زنگیلا رسول اور وچتر جیون یہ دو نحر انگیز کتابیں آریہ سماج کی طرف سے شایع ہوئی ہیں۔ خود فہمیدہ آریوں کے دل بھی مانتے ہیں۔ کہ کتابیں سخت دلآزار ہیں مگر اب آریہ سماج نے اس داغ کو دھونے کے لئے ایک ناکام کوشش شروع کی ہے وہ یہ کہ ان دنوں عام طور پر آریہ اخبار میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے۔ کہ مسلمانوں کی طرف سے ایک کتاب "تیغ فقیر بر گردن شریر" شایع ہوئی ہے۔ جس میں شری کرشن جی مہاراج کی ذات پر بہت رکیک حملے کئے گئے ہیں حالانکہ اس کتاب کو شایع ہوئے قریباً دس سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔ اور اس کا پبلشر اور پرنٹر مصنف کبھی کے اس دنیا سے سدھار چکے ہیں۔ مگر آریہ سماج واویلا کر رہا ہے کہ ان پر مقدمہ چلایا جائے" واہ اس پروپیگنڈے کے بھی کیا کہنے کیا اس سے وچتر جیون اور زنگیلا رسول کی تصانیف کا داغ زبوں آریہ سماج سے دور ہو سکتا ہے۔

قربانی کا بانی کون ہے

۲۵ر اگست کا پرکاش لکھتا ہے کہ:۔

"مسلمان اس وقت جیو ہنسیا کے پیشوا ہیں کوئی جانور نہیں جس کا قتل ان کے اندر قولاً ہی نہیں بلکہ فعلاً روا نہ ہو"۔

اگر واقعات یہ ثابت کر دیں کہ قربانی کا بانی وید مقدس ہے۔ پھر تو آریہ سماج کو کوئی عذر نہ ہونا چاہیئے۔ اور پھر شہادت بھی کوئی ایسی ویسی نہیں بلکہ بانئے آریہ سماج شری سوامی دیانند جی مہاراج کی شہادت ہو پھر تو آریہ لوگوں کو کچھ بھی چون و چرا کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ سوامی دیانند صاحب اپنی مشہور ستیارتھ پرکاش جسے آریہ صاحبان اپنا پانچواں وید سمجھتے ہیں کہ تیرھویں باب ضمن ۱۴ اردو صفحہ ۶۱۱ ہندی ۵۰۰ میں لکھتے ہیں کہ

"قربان گاہ کے بنانے اور سوختنی قربانیاں چڑھانے کا ذکر ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتیں ویدوں سے بائبل میں گئی ہیں"۔

بتلایئے اب قربانی کا بانی وید یا قرآن
بولو قربانی کی جے"

جہاد کا فلسفہ اور اورنگ زیب کی بریت

۲۰ر اگست کا پرکاش لکھتا ہے کہ:۔

"مہابھارت کو پڑھ جاؤ آدرش کھشتری کے روپ میں ہمیں کرشن کی واحد شخصیت ہی ملے گی۔ ارجن دیوتے ان کی دیوتا کا سکہ چار دانگ عالم میں مانا گیا ہے۔ کوروں کے دلوں پر بھی اس کی دیوتا کا رعب کچھ اس طرح طاری ہوا ہے۔ کہ ان کے دل چھوٹے جا رہے ہیں۔ درشٹی بھیشم اس کے انجام سے ناواقف نہیں۔ آچاریہ درون بھی ارجن کے باہو بل کے سامنے کوروں کی خیر نہیں سمجھتا۔ لیکن ہوتا کیا ہے۔ ارجن پر موہ طاری ہو جاتا ہے۔ وہ تیر اور ترکش کرشن کے قدموں پر ڈال کر جنگ سے صاف انکار کر جاتا ہے۔ کہتا ہے کس سے لڑوں اور کس چیز کی خاطر لڑوں۔ دیکھتا ہوں سامنے میرے دادا بھیشم ہیں۔ گورو درون ہیں۔ بھائی دریودھن اور تمام کورو ہیں۔ رانشٹ ہیں اور متر ہیں۔ ان کو مار کر اگر میں نے راجیہ لے بھی لیا۔ تو اس راجیہ کو لیکر کیا کرونگا۔ یہ خیالات یقیناً ایک آدرش کھشتری کے ہردہ میں پیدا نہیں ہونے چاہئیں۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ یدھ کھشتر کا وہ ہیرو۔ جس کے نام پر فتح لکھی جانے والی ہے۔ اپنے ارادہ سے متزلزل ہو چکا ہے۔ وہ کھشاتر دھرم کے آدرش سے گر چکا ہے۔ ضرورت تھی کہ کوئی کرم ویر آدرش کھشتری آتا۔ اور آ کر اسے سمجھاتا کہ اے ارجن تم غلطی پر ہو"!

کیا ان واقعات کی موجودگی میں آریوں کو یہ حق ہے کہ وہ اسلامی جہاد پر اعتراض کریں۔ اور اورنگ زیب رح کو برا کہیں کہ انھوں نے اپنے بھائیوں کو قید میں بند کر دیا تھا۔

جبکہ دوسری طرف ارجن نے خود کرشن جی مہاراج کے ارشاد پر اپنے دادا صاحب بھیشم اپنے گورو درونا اپنے بھائی دریودھن اور تمام کورو کو جو بھائی اور متر تھے آن کی آن میں موت کے گھاٹ اتار دیا کیا ان واقعات کی موجودگی میں آریوں کو یہ حق ہے کہ اورنگ زیب رحمۃ اللہ کے اس طرز عمل پر کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کو قید وغیرہ میں ڈالدیا۔ یا اعتراض کریں اگر اورنگ زیب رح کا یہ فعل قابل مذمت تو شری کرشن جی اور ارجن کا یہ فعل کیوں قابل تعریف سمجھا جاتا ہے۔ کیا معترض ٹھنڈے دل سے اسپر غور کریں گے

چند سوالوں کے جواب

شیخ محمد حسین صاحب منیجر کارخانہ روئی ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتے ہیں کہ:-

(۱) پہلا گورو تو باوا صاحب کے کل حالات سے واقف تھا اور وہ ہندو تھا۔

(۲) اگر باوا صاحب پانچ وقت نماز ادا کرتے تو ہندو انھیں کسی طرح مان سکتے تھے۔

(۳) باوا صاحب کے گوشت کھانے کا کہیں ذکر ہے۔

(۴) باوا صاحب مسجد میں بیٹھا کرتے تھے یا دہرمسالہ میں۔

(۱) شق اول کے پہلے حصہ کا جواب ہاں اور دوسرے حصہ کا نفی میں ہے۔ کیونکہ جب گورو صاحب کا یہ ارشاد ہے۔

"ہندو مولے بھولے اکھٹی جائیں نارو کھیا سے کار کرائیں"
"اندھے گونگے اندھ اندھار پاتھر لے پوجے مگدھ گوار"

تو پھر کس طرح اپنے آپ کو ہندوؤں میں شامل کر سکتے تھے۔

(۲) یہی وجہ ہے کہ عام طور پر ہندو باوا صاحب کی مخالفت کرتے رہے۔

(۳) ہاں ہے ملاحظہ ہو باوا صاحب کا سفر کو رکھیتر تاریخ گورو خالصہ حصہ اول صفحہ ۹۱ نیز دیکھو رائے بلار اور باوا صاحب کی ملاقات رائے بلار نے باوا صاحب کی دعوت کی اور اس میں بکرے کا گوشت موجود تھا (جنم ساکھی بھائی بالا)

(۴) اس کے لئے شری گرنتھ صاحب کے یہ شلوک ملاحظہ ہوں۔

فریدا بے نماز اکتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کدہی چل نہ آیوں پنجے وقت مسیت (مسجد)

اس سے ہی سمجھ لیجئے کہ دونوں میں سے باوا صاحب موصوف کے نزدیک کون سی جگہ واجب الاحترام تھی۔

دو مذہبی سکھ سرداروں کی شدھی

۲۰ر اگست کا پرکاش لکھتا ہے کہ:-

"گورو گوبند سنگھ صاحب کے اس شبد "رنگریٹے گورو کے بیٹے" کی بابت جو حکایت مشہور ہے۔ اسے تمام سکھ اور اکثر ہندو جانتے ہیں۔ جو دیکھ گورو گوبند سنگھ نے چوہڑوں کو خود سکھ بنایا تھا سکھوں میں اس وقت تک جرات نہیں ہوئی۔ کہ ان سکھوں کو برابری کے ادھیکار دیں۔ مذہبی سکھ فوجی اور کاشتکار پیشہ ہیں۔ فوج میں انہوں نے بہادری کے کارناموں سے خاص نام حاصل کیا ہے۔ فوجی افسر اور زمین کے مالک ہوتے ہوئے ان کی سوشل پوزیشن اتنی ادنیٰ ہے کہ ہندو تو کجا سکھ بھی ان کے ساتھ چھونے کے روادار نہیں۔ اس پر انہیں آریہ سماج کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ چنانچہ آسنا سنگھ ضلع شیخوپورہ کے ایک ریٹائرڈ صوبیدار کے بیٹے جن میں سے ایک نمبردار اور ریٹائرڈ حوالدار ہے۔ شدھ ہو کر آریہ سماج کی شرن میں آگئے اور آشا ہے۔ کہ ان دونوں بھائیوں کی وساطت سے مذہبی سکھوں میں ویدک دہرم کا خوب پرچار ہو گا کیا ہی بہتر ہو۔ کہ مذہبی سکھ کانفرنس کر کے اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں۔ اور فرداً فرداً نہیں بلکہ سب کے سب آریہ سماج میں آجائیں"!

سکھو! غور کرو آپ لوگ کس گہری نیند سو رہے ہیں۔ اصولاً جو مساوات سکھ مذہب دے سکتا ہے آریہ سماج خواب میں بھی نہیں دے سکتی مگر ہندوؤں کے تمدن جس کے اثر کے نیچے سکھ لوگ ہیں۔ سکھوں کی مذہبی ترقی کو خطرناک صدمہ پہنچایا ہے۔ اگر سکھ مذہبی نقطۂ خیال سے ترقی کے خواہشمند ہیں تو انہیں سب سے اول ہندو تمدن کو خیرباد کہنی چاہیئے۔ ورنہ سکھوں کی تعداد دن بدن کم ہوتی جائے گی۔ اور اس غفلت سے آریہ سماج کو ناجائز فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے گا سکھ بھائیو آپ غور تو کریں۔ کہ باوا بودہ سکھ آریہ بننے سے قبل یہ شری گورو نانک دیو جی مہاراج کو اپنا مہا گورو اور نجات دہندہ سمجھتے تھے۔ اور آریہ ہونے کے بعد ان کے دل میں شری گورو نانک دیو جی کی کیا عزت ہو گی۔ وہی جو سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش میں حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت لکھ چکے ہیں۔ جس کا ذکر آپ اسی اخبار میں کسی دوسری جگہ پائیں گے۔ سوا بھی وقت ہے۔ آپ گورو پد کنول کو گورو نندک ہونے سے بچا سکتے ہیں۔

وید اور گوشت خوری

۲۸ر اگست کا پرکاش لکھتا ہے کہ:-

راولپنڈی کا مقامی سہیوگی آریہ ویر لکھتا ہے معلوم ہوا ہے۔ آریہ سماج کالج سکشن راولپنڈی کے ہفتہ واری اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے۔ پروفیسر گوبند رام نے کہا کہ "وید میں مانس کھانے کی آگیا ہے"!

اگر پروفیسر موصوف نے ویدوں میں گوشت خوری ثابت کی ہے۔ تو انہوں نے عین سوامی دیانند صاحب بانیٔ آریہ سماج کے ارشاد کے مطابق کیا جیسا کہ انہوں نے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۶ میں لکھا ہے۔

"قربان گاہ بنانے اور سوختنی قربانیاں چڑھانی کا ذکر ہونے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ باتیں ویدوں سے بائیبل میں لی گئی ہیں"!

کیا آریہ ویر اور پرکاش اب بھی پروفیسر صاحب موصوف کو قابل ملامت ہی سمجھیں گے۔

اکسیر البدن کے خریداروں کو اطلاع

پہلی مرتبہ جب یہ دوا تیار کی گئی تو بوجہ اپنی خوبیوں کے نامعرف ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئی بلکہ ابھی بہت سی درخواستیں آئی پڑی ہیں۔ اگست میں بنانے کے لئے کوشش کی گئی مگر جب ادویات مہیا کی گئیں تو میں نے محسوس کیا کہ بوجہ برسات اشیاء میں تازگی جاتی رہی ہے۔ گو ان ادویات پر بیش قیمت روپیہ خرچ آیا تھا۔ مگر میں نے یہ سب چیزیں ردی میں پھینک دیں۔ یہ برسات کا سلسلہ قریباً تمام ستمبر تک جاری رہا اب کچھ موسم کھلا ہے۔ اور مجھے توقع ہے کہ انشاء اللہ آخیر اکتوبر تک یہ دوا تیار ہو جائیگی۔ گو دوستوں کو اس کے لئے خاصی مدت تک انتظار کرنا پڑا ہے۔ مگر میں خراب چیز کسی قصور میں پبلک میں لانا نہیں چاہتا تھا اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ عمدہ چیز پا کر دوستوں کو انتظاری کا ہرگز گلہ نہ رہیگا۔

منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سوامی دیانند جی کی تحریر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

سوامی دیانند جی ارقام فرماتے ہیں:۔

(سوال) آغاز دنیا میں ایک یا کئی انسان پیدا کئے گئے تھے یا کیا

(جواب) کیونکہ جن جیووں کے کرم ایشوری (ابتدائے مخلوقات جو ماں باپ کے بغیر پیدا ہوتی ہے) وہ ایشوری سرشٹی کہلاتی ہے۔ سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے ان کی پیدائش شروع دنیا میں پرمیشور نے کی یہ یجر وید میں بھی لکھا ہے۔ کہ ابتدا میں انیک یعنی سینکڑوں ہزاروں انسان پیدا ہوئے۔ اور جوانی کی عمر میں پیدائش ہوئی۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۴)

(خاکسار) ناظرین آپ نے دیکھا سوامی دیانند جی اس بات کو خود تحریر فرما رہے ہیں کہ خدا یعنی پرمیشور بلا ماں باپ کے بھی ہزاروں انسانوں کو پیدا کر دیتا ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام پر آپ نے بلا ماں باپ کے پیدا ہونے پر اعتراض کر دیا۔ دیکھا سوامی جی دوسروں پر اعتراض کرتے وقت خود اپنے مسلمات کو بھول جاتے ہیں۔ اور ملاحظہ فرمائیے خود ہی سوال کرتے ہیں خود ہی جواب تحریر کرتے ہیں۔

(سوال) کبھی دنیا کا آغاز ہوا ہے یا نہیں

(جواب) نہیں جیسے دن کی پہلی رات اور رات کے پہلے دن نیز دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن برابر چلا آتا ہے اسی طرح پیدائش سے پہلے پرلے اور پرلے سے پہلے پیدائش نیز پیدائش کے پیچھے پرلے اور پرلے کے بعد پیدائش ازلی زمانہ سے چلی دور چلا آتا ہے۔ اس کا شروع یا انتہا نہیں (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۵)

(خاکسار) سوامی دیانند جی فرماتے ہیں کہ دنیا ازلی زمانہ سے ہے اس کی ابتدا و انتہا نہیں۔ یہ ہمیشہ سے ہے۔ اب دیکھئے خود ہی اس اپنی تحریر کے خلاف چلتے ہیں اور بطور سوال و جواب کے تحریر کرتے ہیں۔

(سوال) دنیا کو پیدا ہوئے کتنا وقت گذر چکا ہے

(جواب) ایک ارب چھیانوے کروڑ کئی لاکھ اور کئی ہزار برس دنیا کو پیدا ہوئے اور ویدوں کے ظاہر ہوئے ہوگئے ہیں۔ (ستیارتھ صفحہ ۲۹۸)

(خاکسار) سوامی جی نے دنیا کو ابدالاباد ازلی اور اس کی ابتدا کو ہمیشہ سے بتایا ہے۔ لیکن اس جگہ پر دنیا کی پیدائش کا حساب لگا کر زمانہ بھی دیدیا تو سوامی جی کا دنیا کو ازلی تجویز کرنا غلط یا زمانہ کا تعین غلط سوامی جی کے کیسے کیسے اختلافات موجود ہیں اور آگے چلکر دیکھئے کہ سوامی جی بطور سوال و جواب کے کیا تحریر فرماتے ہیں۔

(سوال) پرمیشور نے بعض جیووں کو انسان کا جسم اور بعض جیووں کو شیر وغیرہ بے رحم جانوروں کا جسم اور بعض کو ہرن گائے وغیرہ حیوانوں کا جسم اور بعض کو درخت وغیرہ کیڑے مکوڑے پتنگ وغیرہ کے جسم دیئے ہیں۔ اس لئے پرمیشور طرفدار ٹھیرتا ہے

(جواب) طرفداری نہیں آتی کیونکہ وہ ان جیووں کے پچھلے جنم میں کئے ہوئے کرموں کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اگر کرموں کے بغیر جنم دیتا تب البتہ طرفداری عاید ہوتی (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۵)

(خاکسار) جبکہ سوامی دیانند جی دنیا کے آغاز کا زمانہ یعنی ابتدائے آفرینش کا زمانہ محدود کرتے ہیں اور ہزاروں انسانوں کی پیدائش ظاہر فرماتے ہیں اور اس میں یہ بھی دکھاتے ہیں کہ اس نے یعنی پرمیشور نے اسی وقت انسانوں کے سوا اور جانداروں کو بھی پیدا کیا تو انسانوں کے سوائے اور جاندار کہاں سے آ گئے۔ اور جبکہ ابتدائے آفرینش کا زمانہ تھا۔ تو ان کیڑے مکوڑے شیر و بے رحم جانوروں کو جو خدا نے پیدا کیا تو وہ تمام عالم کے پیدا ہونے سے اول کون سی جگہ کل دنیا کے پیدا ہونے سے پیشتر پیدا ہو گئے تھے اور ایک زمانہ تک وہ بد اعمالیاں کرتے رہے۔ اور بوجہ ان بد اعمالیوں کے جانوروں کی جونوں کے مستحق ہو گئے تھے۔ یہ حساب قطعاً غلط ہے۔ بقول سوامی دیانند جی پرمیشور نے ضرور طرفداری سے کام لیا ہے۔ یہ تو سمجھو اور غور کرو کہ ابتدائے آفرینش سے پہلے وہ کون سا زمانہ تھا۔ اس کو دنیا کا کوئی عقلمند یا ذی ہوش ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم نہیں کر سکتا اور ملاحظہ ہو سوامی دیانند جی سوال و جواب کے کیا فرماتے ہیں۔

(سوال) ان چاروں رشیوں کے ہی دل میں ویدوں کا ظہور کیا سب کے دلوں میں اون کا پرکاشن کیوں نہیں کیا۔

(جواب) انھیں چاروں انسانوں (رشیوں) کے گذشتہ نیک اعمال ایسے تھے کہ ان کی دلوں میں ویدوں کا ظہور ہونا مناسب تھا (رگوید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۳۱)

(خاکسار) سوامی صاحب کے اس سوال کے جواب سے ثابت ہوا کہ یہ چاروں رشی دنیا سے پہلے پیدا ہو گئے تھے ستیارتھ پرکاش مذکور میں یہ تحریر کر دیا کہ اولاً ہزاروں انسان پیدا ہوئے اور دوسری کتاب سے یہ ثابت کیا کہ ابتدائے آفرینش سے بھی پیشتر چاروں رشی پیدا ہو گئے۔ توبہ توبہ سوامی دیانند جی ایک جگہ کس طرح ان اجتماع ضدین کو جمع کر دیتے تھے۔ اور پھر لطف کی بات یہ ہے۔ کہ سوامی صاحب کے پیرو بھی آنکھیں بند کر کے ست بچن کہتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ خیال کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ عقلی کسوٹی پر یہ واقعات کہاں تک پورے اتر سکتے ہیں ؎

آپ ہی اپنے ذرا ناز و ادا کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

منشی محمد داؤد خاں نادلسٹ از مقام سرائے ترین محلہ نواب خیل بلدہ سنبھل ضلع مراد آباد

ہمیشہ یاد رکھیئے:۔ اگر آپ کی آنکھوں کی کوئی نقص ہے تو پھر آپ موتی سرمہ کا استعمال کریں جو جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے اگر آپ کے دانتوں میں کوئی عارضہ ہے تو آپ موتی ڈینٹل پوڈر کا استعمال کریں۔ جو جملہ امراض دندان کے لئے تریاق ہے

کثرت ازدواج اور طلاق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(از قلم جناب خانبہادر میرزا سلطان احمد خان صاحب)

قرآن مجید میں شرط عدل کے ساتھ یہ اجازت ہے کہ ضرورت واقعی کے پیش آنے کے بعد مسلمان چار عورتیں کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی اجازت دی گئی ہے۔ کہ شرعی دائرہ میں رہ کر ضرورت کے احساس پر عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔ اور عورت کی مشروع شرائط کے ساتھ طلاق لے سکتی ہے۔ قرآن مجید کی یہ اجازت دراصل کوئی نئی اجازت نہیں تھی۔ اجازت تو پرانی ہی تھی۔ مگر پہلی اجازت میں معقولیت کے ساتھ ایک مناسب تجدید کر دی گئی اسلام سے اول خود عرب اور دیگر ممالک یا دیگر حصص دنیا میں بلا کسی موزوں تجدید کے کثرت ازدواج کا رواج تھا۔ یہودیوں، مجوسیوں، ہندوؤں میں ایسا رواج پایا جاتا رہا ہے۔ ان مذاہب کے بڑے بڑے متبرک بزرگانِ اسلاف اس رواج کے عملی رنگ میں خود حامی رہے ہیں۔ عیسائیوں نے عملی رنگ میں توریت شریف کے خلاف اس کی مخالفت کی ہے لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کا ایسا قطعی قول اس بارے میں نہیں پایا جاتا جس سے اس کی حرمت یا حلت کا فیصلہ بہ آسانی کیا جا سکے۔

حضرت مسیح علیہ السلام چونکہ ایک غیر متاہل شخص تھے۔ اس واسطے انہیں اس سلسلہ پر بحث کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت درحقیقت اپنے ساتھ کوئی شریعت نہیں لائی تھی بلکہ محض ایک صوفیانہ تعلیم کا رنگ رکھتے تھے۔ تمام اناجیل کے پڑھنے سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ

حضور موصوف کا مشن کچھ اور ہی تھا حضور ممدوح نے جب کبھی شرعی اور تمدنی معاملات پر کچھ کہا ہے۔ تو وہ صرف صوفیانہ رنگ میں ہی تھا۔ اخلاقی پہلو سے حضرت مسیح علیہ السلام نے اس سے زیادہ اور کوئی تعلیم نہیں دی کہ:۔

"اگر کوئی تیرے بائیں رخسارہ پر تھپیڑ مارے۔ تو تو داہنا بھی آگے کر دے"۔

صوفیانہ رنگ میں ہم اس قول کی تعظیم کرتے ہیں۔ لیکن تمدنی اور شرعی رنگ میں یہ ایک ایسا قول ہے جو کسی صورت میں بھی قابل تعمیل نہیں۔ نہ یہ کہ دوسرے مذاہب والے اس سے متعذر ہیں۔ بلکہ یہ کہ خود عیسائی بھی اس سے کام نہیں لے سکتے۔ سیاسی معاملات کے مقابلہ میں اس تعلیم یا اس قول کی صداقت عملی رنگ میں کبھی بھی ثابت نہیں کی جا سکتی۔

یوں تو ہر طرح سے اس قول کی تقدیس اور تعظیم واجب ہے اور اس سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طبیعت میں انکسار اور عجز کہاں تک تھا۔ اور اپنی ہستی کی ہستی ان کی پاک نگاہوں میں کیا پایہ رکھتی تھی۔

لیکن دنیا کی کاروباری زندگی میں اس قول یا اس ارشاد اور تعلیم کی جو وقعت ہو سکتی ہے۔ وہ مخفی نہ تھی۔ اگر یہ محض ایک استعارہ اور صوفیانہ خیال نہیں تھا۔ تو کیا ساری عیسائی دنیا میں سے ایک اہل یا دیندار آدمی ایسا مل سکتا ہے۔ جو اس کا عامل اور ہو شاید کسی پہلے زمانہ میں کوئی ایسی ہستی مل سکتی ہو۔ اس زمانہ میں تو ایسے آدمی کا ملنا کبھی خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔

ممالک یورپ میں اس وقت تہذیب اور مذہب عیسائی دونوں باعتبار اشاعت ثروت برکت اور اقبال کے زوروں پر ہیں۔ کیا دونوں صورتوں میں سارا یورپ یا یورپ کی تمام عیسائیت کوئی ایسا بردبار شخص پیش کر سکتی ہے۔ جو اس تعلیم کے موافق زندگی بسر کرتا ہو۔

این خیال است و محال است و جنون

حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کے بعد اور ان کے حواریوں اور شاگردوں کا ذکر تو جدا رہا۔ خود ان سے بھی اپنی مقدس زندگی میں بھی اس پر عمل نہ ہو سکا اناجیل کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے مخالفوں کو سانپوں کے بچے کہکر پکارا اور مخاطب کیا

"نفنیت را مصنف نیکو کند بیاں"

جب خود حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنے قول پر عمل نہ ہو سکا تو امت یا مقتدی کس طرح عمل کر سکتے ہیں۔ چاہیے اس کی کوئی ہی تاویل کی جائے۔ تمدن اور سیاسی رنگ میں یہ مقولہ کوئی وقعت اور کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور یہ بالکل سچ ہے کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس پر عمل نہیں کر سکتے تھے۔ اور نہ اس کے مطابق اپنی ان کی زندگی میں اس کا ثبوت دے سکے چونکہ یہ تعلیم نیچر اور کاروباری زندگی کے خلاف تھی اور نیچر والوں کی زندگی اس کا خیر مقدم نہیں کر سکتی۔ اس واسطے کوئی شخص بھی کامیاب نہیں ہو سکا اور نہ اخیر تک ہو سکتا ہے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو نیچر والوں کی زندگی کے تمام انتظامات میں سخت ابتری پیدا ہو جانے کا احتمال ہی نہیں بلکہ خوف بھی ہے۔ استقلال اور بردباری ایک اچھی صفت ہے۔ لیکن خود اپنی جان کو بھی ایک تہلکہ میں ڈالنا ایک سخت کمزوری ہے۔

دراصل صحیح مفہوم اس قول یا اس تعلیم کا جہاد نفس ہے۔ نہ یہ کہ درحقیقت تمدنی اور سیاسی رنگ میں بھی اس پر عمل کیا جائے بے شک ایک جابر کی حرکات پر جوش میں نہ آنا اور اسے معاف کر دینا ایک اعلیٰ درجہ کا وصف ہے یہ قول حضرت امیر کا

کمال کچھ نہیں تیغ و سناں کے منہ چڑھنا
جہاد نفس کیا جس نے وہ بہادر ہے

لیکن ہر رنگ میں ایسی تعلیم اور ایسی بردباری کو پیش نظر رکھنا ایک سخت درجہ کا مغالطہ اور فریب دیدہ عمل ہے۔ اگر سانپ ایک ایڑی میں کاٹے تو ضرور نہیں کہ دوسری بھی اس کے سامنے کر دی جائے۔ دوسرے الفاظ میں یہ عقل و فراست کے ہی خلاف نہ ہوگا بلکہ نیچر اور ضروریات زندگی کے بھی۔ کیونکہ نیچر اس قسم کی ضروریات زندگی نہیں سکھاتا۔ اور ضروریات زندگی ایسی اجازت نہیں دیتیں۔ مسیح علیہ السلام نے جہاد نفس کی تعلیم دی تھی جس کا مفہوم غایت درجہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ دنیا کے مصائب اور مصائب پر انسان کو صبر و شکر کرنا چاہئیے ایک مصیبت کے آنے پر دوسری مصیبت صبر کے ساتھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

برداشت کرنی چاہیئے۔ یہ تعلیم ایک ایسی تعلیم ہے۔ جو تمدن سیاست اور اخلاق کے بالکل مطابق ہے حضرت مسیح علیہ السلام کی اس قسم کی تعلیمات سے ایک سمجھنے والا آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ آپ کا مفہوم کیسی وسعت رکھتا ہے۔ اور ان کی صوفیانہ زندگی کیا چاہتی ہوئے تھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو جب ناعاقبت اندیش یہود نے صلیب پر لٹکانا چاہا تو بردباری کی تعلیم کے اعتبار سے حضرت ممدوح علیہ السلام کو خوش خوش جانا چاہیئے تھا۔ مگر آپ کا درگاہ ایزدی میں گڑگڑانا اور بار بار دعائیں کرنا ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ یہود کے اس فعل شرمناک سے دل میں ناراض اور ناخوش تھے۔ اور کیوں ناخوش نہ ہوتے۔ یہ انسان کا ایک طبعی فعل ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ تعلیم کوئی نئی تعلیم نہ تھی۔ ان سے پہلے نبی اور مرسل یا حکیم اور فلاسفر بھی اس قسم کی باتیں کہہ چکے ہیں۔ لیکن ان پر اس حد تک عمل کیا جاتا رہا ہے۔ جو کہ نظام نیچر اور نظام زندگی کے خلاف نہ تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا ان حالات میں تمدن اور خانہ داری کے معاملات میں کوئی تعلیم دنیا وہی مفہوم رکھے گا۔ جو اس تعلیم کا مفہوم ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے نہ تو توریت کی تنسیخ کی اور نہ اسی تعلیمات مخالف سے اس کی ہستی قایم رکھی۔ درحقیقت حضرت ممدوح علیہ السلام توریت کے ناسخ نہیں تھے۔ بلکہ صوفیانہ رنگ میں اس کی تفسیر کرنیوالے حضرت پولوس یا کسی دوسرے حواری کے قول جو طلاق اور کثرت ازدواج کے متعلق پیش کیا جاتا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ بمقابلہ اقوال توریت کے اس کی کیا کچھ حقیقت تسلیم کی جا سکتی ہے۔ خواہ کوئی سی صورت ہو۔ اس مسئلہ کی بابت تمام اناجیل کے احکام کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اور نہ ان پر کوئی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ وہ قول فیصل ہیں۔

اگر مسیح علیہ السلام کی عملی نظیر لی جائے اور حوارین کی زندگیاں اس پر اضافہ کی جائیں۔ تو مذہب عیسائی میں ایک نکاح کی بھی اجازت نہیں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی مجردانہ زندگی سے عملی رنگ میں ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ ایک نکاح بھی نہیں چاہیئے۔ یہ ویسی ہی تاویل ہے۔ جیسے کثرت ازدواج کے خلاف کھینچ کھانچ کی جاتی ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے مقابلہ میں یہود اور دیگر مذاہب میں ایسی اجازت صدیوں سے عملی رنگ میں مسلمہ ہے اسلامی اجازت یا مسلمانوں کے عمل کی بابت دوسرے مذاہب کی جانب سے محض مذہبی پہلو سے ہی نہیں تمدنی سوشلی جہت سے بھی اس زمانہ میں اعتراض کیا جاتا ہے اکثر اعتراض اسی قبیل سے ہیں کہ کثرت ازدواج کی تعلیم یا اجازت

انصاف، خلوص، رحم، اخلاق، تمدن، سوشلی اصول کے خلاف ہے۔ جس مذہب یا جس قوم میں اس کا رواج اور اس کی اجازت ہے۔ وہ تہذیب کی دشمن اور اخلاق کش ہے۔

غیر مذاہب والے ہی اس پر نکتہ چینی نہیں کرتے بلکہ خال خال مسلمان بھی مغربی پہلو سے اس کے مخالف یا نہیں۔ اور اس کو مغربی تہذیب اور اخلاق جدیدہ کے منافی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ

”قرآن یا اسلام ایسی تعلیم نہیں دیتا“

اگر یہ معترض صاحبان یہ ثابت کر سکتے تو واقعی ان کی قرآن فہمی اور قرآن دانی پر ایک بڑی بھاری دلیل تھی۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ان کا اقتداء نہ کیا جائے لیکن یہ افسوس ہے کہ ایسا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ یا ابتک نہیں کیا گیا۔

یہ حکم یہ تعلیم چاہے کیسی ہی ہو قرآن مجید میں موجود ہے۔ اور قرآن ایسی اجازت دیتا ہے۔ چاہے کیسے ہی شرائط کے ساتھ ہو۔ یہ جدا بات ہے کہ ہم اس کی کچھ تاویل کریں۔ لیکن ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ ورنہ غیر قوموں کو یہ کہکر خوش کر سکتے ہیں کہ۔

”قرآن مجید میں ایسی تعلیم نہیں دی گئی“

قرآن مجید میں اس بارہ میں کھلے الفاظ میں حکم دیا گیا ہے۔ سوائے اس کے کہ اسے ایک حد تک مقید اور مشروط تسلیم کیا جائے۔ اور کوئی تاویل ہم اس کی نہیں کر سکتے آیت کی تو ہم کھینچ کھانچ کر تاویل کر لیں گے خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبع تابعین کے نمونوں اور شہادتوں کی ہم کیا تاویل کریں گے قرآن مجید میں ایسا حکم نہیں ہے۔ اور اس کو ابتک مسلمانوں نے سمجھا نہیں تو

نعوذ باللہ یہ کہنا پڑے گا۔ کہ رسول عربی کا فعل خلاف قرآن مجید تھا اور انہوں نے (جن پر قرآن مجید نازل ہوا) قرآن مجید کو اخیر تک نہ سمجھا۔

عمل رسول اور نمونہ اسلاف ان عملی صورتوں کو روز روشن کی طرح ثابت کر رہا ہے۔ اس سے نہ تو ہم انکار کر سکتے ہیں اور نہ کوئی اور تاویل ہو سکتی ہے غیر اقوام کے اعتراضات سے تنگ آکر اصلیت ہی سے انکار اور اعراض کرنا غیرت اور صداقت کے خلاف ہے۔

اس سے تو یہ بہتر ہے کہ سرے ہی سے صداقت قرآن مجید کا انکار کر دیا جائے۔ بے شک قرآن مجید کی آیات میں لوگ تاویلات بھی کرتے ہیں مگر نہ اس حد تک کہ تاویل کرتے کرتے اصلیت ہی اڑ جائے

مرحوم سر سید صاحب نے قرآن کی آیات میں کچھ تاویلات اس زمانہ میں کی ہیں۔ مگر ان کی تاویلی طبائیں ایسی نہیں ہیں۔ کہ قرآن کی اسی ہی ٹوٹ جائے۔ اور ان کی ایسی تاویلات ایمانداری اور غیرت کے احاطہ سے باہر نہیں ہیں۔ دراصل بعض لوگ جو معترض سے تنگ آجاتے ہیں۔ یا تو ان کے دل ہی میں اس قسم کے خیالات اور خدشات پیدا ہوتے ہیں اور یا خواہ مخواہ بیہودہ گپوں میں پڑتے ہیں۔ زمانہ آزاد ہے یہ کیا ضرورت ہے کہ دوراز قیاس تاویلات سے اصلیت کھو دیں۔ صاف طور پر انکار کرنا چاہیئے۔ چاہے اس حکم میں قرآن صداقت پر ہو چاہے غلطی پر (نعوذ باللہ) اس سے کسی حالت میں انکار اور اعراض نہیں کیا جا سکتا۔ ہم بحیثیت مسلمان ہونے کے اس مسئلہ کی اس مفہوم کے تابع جس مفہوم میں خدا کا رسول اور رسول کے اصحاب اور متبع تابعین و ائمہ مطہرین ایمان لائے تھے من وعن تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ (باقی آیندہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محفل احباب نور

جناب مولانا عبد الکریم خانصاحب میرٹھی لکھتے ہیں کہ

عند الامتحان یکرم الرجل او یہان

زندہ باد

حکیم میر سعادت علی خانصاحب

حیرت تھی۔ حسرت تھی۔ تعجب تھا۔ تاسف تھا۔ نور کی نورانی مشعل ہدایت ہماری غفلت سے ٹمٹمانے لگی بالآخر ناگاہ وہ لمحہ بھی آگیا کہ اس کے یکایک بجھنے کا اندوہناک اعلان کر دیا گیا۔ مگر اس فدائے ایمان جماعت کے مخلص و درد مند ارکان میں سے کسی کی رگ حمیت میں جوش نہ آیا۔ کہ غریب و مجبور نور کی پر درد اپیل کو لبیک کہتا۔ وہ صاحب خلاص اور استقلال جماعت جس کے نزدیک راہ ایمان میں مال تو بڑی چیز ہے جان کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ اور اس حقیقت کبری کو محض زبان سے نہیں بار بار کے امتحان سے ثابت کر چکی ہے۔ تعجب ہے کہ ایسی سرگرم و مخلص جماعت اپنے مستقل و پر جوش خادم کی کما حقہ اعانت سے روپوش یا خموش ہو اگر احمدیہ جماعت ہی نور کے بقا کی فکر نہ کریگی تو کیا آریہ سماج اس کی مدد کو آئے گی؟

الحمد للہ بالآخر مشیت الٰہی نے حکیم میر سعادت علی خان صاحب کی صورت میں ظہور کیا خداوند تعالیٰ نے ان کو سب سے اول یہ توفیق بخشی کہ وہ اپنے دست شفا کی برکت سے تن بے جان میں نئی جان ڈالکر اپنی مسیحائی کا کرشمہ دکھلائیں۔

خدائے جل و علا اس مخلصانہ توجہ کے اثر کو عرصہ دراز تک قایم و برقرار رکھے اور جملہ ہمدردان نور کے سرخیل حکیم صاحب موصوف کو دارین میں فائز المرام کرے۔

اجرش دہد خدا کہ کرد ست یاوری
بال کساں کہ یاور و ناصر نمی شوند
ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب باغبانپورہ سے لکھتے ہیں کہ:۔

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور

السلام علیکم غالباً ۱۹۲۴ء آخر یا ۱۹۲۵ء کے شروع میں جب لاہور جناب انجمن احمدیہ کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے تھے اور جناب نے باباگورونانک کے مذہب پر لیکچر دیا تھا۔ بندہ اس اسٹیج پر جناب سے بعد اختتام جلسہ ملا تھا۔ اور باغبانپورہ لاہور میں جناب سے اس مضمون پر لیکچر دینے کے لئے کہا تھا۔ اور جناب نے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ جب کبھی تم مجھکو بلاؤ گے میں فوراً آؤنگا مگر افسوس ہے کہ اس عرصہ میں بعض وجوہات کی باعث جناب کو مدعو نہ کر سکے۔ امید ہے کہ جناب میری اس تاخیر کو معاف فرمائیں گے۔ مگر اس عرصہ میں میں نے اپنے قصبہ کے لوگوں میں اس لیکچر کی تحریک سے کبھی غفلت نہ کی چونکہ یہاں سکھ بھائیوں کی آبادی بھی کثرت سے ہے اس لئے میرے خیال میں آپ کے لیکچر کا یہاں اثر بھی کافی ہوگا۔ پس اگر جناب کو تکلیف نہ ہو تو براہ مہربانی واپسی ڈاک اطلاع دیں۔ جناب کس تاریخ کو باغبانپورہ لاہور میں لیکچر دینے کے لئے تشریف لا سکتے ہیں۔ مگر اس بات کا خیال کر لیں۔ کہ لیکچر یہاں صرف ہفتہ یا اتوار کو دن کے وقت ہو تو نہایت موزوں ہے۔ کیونکہ تمام آبادی ورکشاپ میں ملازم ہے۔ اور انکو انہیں دو دنوں میں لیکچر سننے کی فرصت ہو سکتی ہے۔ اگر جناب کوئی قریب کی تاریخ مقرر کر دیں تو میں آپکا بہت ممنون ہونگا۔

نور:۔ میری صحت عرصہ سے خراب چلی آرہی ہے۔ چنانچہ اگست میں میں نے اپنی طرف سے ایک پہاڑی مقام پر صحت کو تقویت دینے کے لئے ستمبر کے مہینہ کے گذارنے کا انتظام کیا تھا۔ مگر جب ڈاکٹر صاحب موصوف کا خط آیا۔ تو اس کار خیر کی خاطر مجھے مجوزہ پہاڑی مقام پر قیام کے ارادہ کو ملتوی کرنا پڑا۔ چنانچہ ۱۲ ستمبر کو میرا باغبانپورہ میں سکھ مذہب کے متعلق لیکچر ہوا جس میں ہر مذہب و ملت کے حاضرین کے علاوہ سکھ صاحبان بھی موجود تھے۔ لہذا اختتام لیکچر سکھ صاحبان کے نمائندہ نے جو سکھ مذہب کا ذبردست عالم اور مشتاق مقرر تھا۔ کھڑے ہو کر کہا کہ:۔

مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ میری نسبت سکھ مذہب کے متعلق لیکچرار صاحب کے معلومات زیادہ ہیں آج کے لیکچر میں میں نے بہت سی نئی باتیں حاصل کیں اکثر باتوں کے متعلق مجھے اتفاق ہے اور بعض کے متعلق مجھے اختلاف ہے۔ مگر میں اختلافی باتوں کو پبلک میں نہیں بلکہ علیحدگی میں ظاہر کرونگا کیونکہ پبلک میں تبادلہ خیالات کرنے سے بعض اوقات انسان کو اپنے خیالات کی [illegible] ہو جاتی ہے"۔

جناب سید محمد علی شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول صدر گوگیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

بس سمندر دیکھ لی ہم نے تری دریا دلی
تشنہ لب رکھا صدف کو بوند پانی کی نہ دی

مکرمی حضرت شیخ صاحب سلمکم اللہ تعالے

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ آپ کا نوازشنامہ ملا مفصل درج معلوم ہوا۔ اللہ تعالے آپ کے بیماروں کو شفا دے اور آپ پر اپنا فضل کرے۔

آپ کا تشریف نہ لانا ہمارے لئے نہایت افسوس کا باعث ہے۔ جس دن ہمیں تار ملی ہے۔ کہ .... آتے ہیں ہم نے اسیوقت تجویز کی۔ کہ آپکو آنے کے لئے تار دی جائے خواہ آپ دوسرے دن ہی پہنچیں۔ لیکن میں نے احباب کو صرف اس خیال سے بزور بند کر دیا۔ کہ کوئی امر ضروری آپ کو درپیش ہے۔ ورنہ آپ ضرور ہی آجاتے لیکن اگر تیار ہو گئے تھے تو پھر کیوں نہ آئے۔ ہمیں اس بات سے نہایت رنج ہوا ہے۔ کہ آپ نے ہماری محبت کی قدر نہ کی۔ اور یہ قصور آپ کا ایسا ہے جو کبھی معاف نہ کیا جائیگا۔ میری لئے اولاد نرینہ کی دعا کریں۔ بچوں کی صحت سے بواپسی اطلاع بخشیں۔ فکر ہو رہا ہے"!

نور:۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ میں آپ سے بہت نادم ہوں حاضر نہ ہو سکنے کی نسبت میری معذوری بلکہ مجبوری اظہر من الشمس تھی مگر تاہم میں اسوقت تک آپ سے سرخرو نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کی تلافی نہ کر سکوں۔ اللہ تعالی مجھے جلد اس کے لئے توفیق دے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ میرے دل میں آپ کی محبت کی بہت قدر ہے۔ الحمد للہ اب میرے بچے اچھے ہو گئے

ہم ناظرین کرام ورود دل سے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ جناب شاہ صاحب کو اولاد نرینہ عطا فرماوے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کا ارشاد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

برادران! السلام علیکم۔ میں اس اعلان کے ذریعہ تمام ایڈیٹروں، نامہ نگاروں۔ اور مصنفین سلسلہ احمدیہ کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ جو اختلافات سلسلہ میں کسی نہ کسی سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بعض دفعہ مبائعین کو جواباً ہی کیوں نہ ہو ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جن سے مسئلہ کی تحقیق پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ صرف دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہے گو جواباً بعض دفعہ سختی کرنا ایک قسم کا علاج ہی ہوتا ہے لیکن موجودہ زمانہ میں جبکہ دنیا کی نگاہیں خاص طور پر ہماری طرف ہی لگی ہوئی ہیں۔ لوگوں میں یہ امر جماعت کی سبکی کا موجب معلوم ہوتا ہے۔ اور میں بارہا بتا چکا ہوں کہ دنیا اخلاق سے فتح ہو سکتی ہے۔ نہ کہ ہمارے زوردار الفاظ سے اس لئے میں شد و مد کے ساتھ اپنے تمام احباب کو ہدایت کرتا ہوں۔ کہ وہ جواباً بھی ایسا کلمہ اپنی تحریرات میں درج نہ کریں۔ جس سے کسی پر ان سے ادنیٰ ذاتی حملہ بھی ہوتا ہو۔ بلکہ صرف مسائل کی تحقیق سے کام لیں کیونکہ کسی فریق کے حد سے بڑھ جانے پر بعض دفعہ الزامی جواب کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے میں اس اعلان کو تین ماہ کی مدت سے مشروط کرتا ہوں۔ اس تین ماہ کے عرصہ میں تو خواہ کوئی حالات بھی پیش آئیں اور اور الزامی جواب دینے سے نقصان بھی ہو تب بھی اس اعلان کو قایم رکھا جائیگا۔ لیکن تین کے بعد یہ دیکھا جائیگا کہ آیا دوسرے فریق نے کوئی اصلاح کی ہے۔ یا نہیں اس اگر اس کا رویہ درست ہوا۔ یا ایسا اشتعال انگیز نہ ہوا کہ جس کی وجہ سے الزامی جوابات کی ضرورت پڑتی ہے تو پھر اس علان کی مدت کو لمبا کر دیا جائیگا۔ ورنہ دوبارہ اعلان کر کے مجبوری کی وجہ سے اس اعلان کو منسوخ کر دیا جائیگا۔

میں دوستوں کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ اگر کسی مصنف یا مولف یا مضمون نویس یا ایڈیٹر نے اس کے خلاف عمل کیا اور اس فعل کی طرف مجھے توجہ دلائی گئی ہے۔ تو میں تحقیقات کے بعد ایسے شخص کے خلاف اظہار نفرت کرنے پر مجبور ہونگا پس میری محبت اور میری رائے کی قدر کرنے والے دوستوں کو اپنی تحریرات میں خوب ہی ہشیار رہنا چاہیئے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ ایسا سامان پیدا کرے کہ ہمیں آیندہ کبھی اس اعلان کو منسوخ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔

دستخط حضرت خلیفۃ المسیح" ۱۷/۹/۲۶

جناب چودہری نصر اللہ خانصاحب رضی اللہ عنہ کی وفات پر

مجلس معتمدین کا اظہار افسوس

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب اخبار نور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ریزولیوشن نمبر ۱۸۱ منعقدہ ۶؍ ستمبر ۲۶ء میں معتمدین متعلقہ اظہار غم بر وفات جناب چودہری حاجی نصر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ ناظر اعلیٰ مجلس معتمدین قادیان دارالامان

رپورٹ قائمقام ناظر اعلیٰ کہ جناب چودہری نصر اللہ خان صاحب کا ۲-۳ ستمبر ۲۶ء کی درمیانی رات کو انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چودہری صاحب موصوف مجلس معتمدین کے ناظر اعلیٰ تھے۔ ضروری ہے کہ مجلس کی طرف سے ان کی وفات پر اظہار رنج و غم اور آپ کے ورثا سے تعزیت کا ریزولیوشن پاس کیا جاوے مجلس میں پیش ہو کر پاس ہوا کہ:-

مجلس معتمدین حضرت چودہری نصر اللہ خانصاحب رضی اللہ عنہ سابق ناظر اعلیٰ جماعت احمدیہ قادیان کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔ اور مرحوم مغفور کے پس ماندگاں کے ساتھ اس حادثہ جانکاہ کے سبب رنج و غم میں اظہار شرکت و دلی ہمدردی کرتی ہے چودہری صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمات سلسلہ جو باوجود پیرانہ سالی اور امراض کے وہ بحیثیت ناظر اعلیٰ بجا لاتے رہے ہیں۔ ایسی ہیں۔ کہ ان کی وفات کو یہ مجلس ایک قومی صدمہ سمجھتی ہے۔ اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے پس ماندگاں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے صاحبزادگان کو اپنے والد بزرگوار سے زیادہ خدمت اسلام کی توفیق بخشے۔ آمین۔

۲- نقل ریزولیوشن بخدمت چودہری ظفر اللہ خان صاحب خلف اکبر چودہری صاحب مرحوم و مغفور اور تمام اخبارات سلسلہ و دیگر اخبارات کو بغرض اشاعت بھیجی جاوے۔

خاکسار شیر علی۔ قائمقام ناظر اعلیٰ قادیان

جناب سردار جیون سنگھ صاحب لکھتے ہیں کہ:-

برادرم مکرم و معظم جناب شیخ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

تسلیم مزاج اقدس۔ آپکا عنایت نامہ شرف صدور لایا میں آپ کے اس محبانہ اور یاد دہانی کا از حد مشکور ہوں اور آپ جو اس غریب کو دعاؤں میں یاد فرماتے ہیں۔ یہ آپ کا خاص لطف ہے۔ میں ان دعاؤں میں اثر دراثر دیکھ رہا ہوں۔ چنانچہ ایک ماہ کے واسطے عارضی طور پر تحصیلدار ہوا تھا۔ اکثر دورہ میں رہنے کے سبب سے آپ کے پہلے خط کی تعمیل میں قاصر رہا ورنہ مجھے آپکا خط ہر وقت یاد تھا۔ دل را بدل راہ است کی مثل میں بڑی حد تک حقیقت پنہی ہے۔ سلسلہ سروسنہ کا عارضی تھا۔ اس لئے پھر واپس ہوں۔ انشاء اللہ آپ کی دعائیں ضرور اثر کریں گی۔ میں آپ کی اس صداقت کا مشکور ہوں۔ نور کے دوبارہ سہ بارہ اجرا سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ اور ۱۷ اگست کا نور دیکھنے سے امید ہو گئی ہے۔ کہ احمدی حضرات پر میرے دل سے بدون تصنع اور بناوٹ کے نکلے ہوئے الفاظ نے ضرور اثر کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنا فرض بخوبی محسوس کر لیا ہے۔ اور نور کے بہبودی کے خواہاں نظر آنے لگے۔ ہیں۔ خیر صبح کا بھولا ہوا شام کو راستہ پکڑ لے تو بھی اس کو بھولا ہوا نہیں " کہا جاتا۔ گو رو واکیہ ہی کہ:-

"بھلا وہ نہ آکھئے جو مڑ گھر آوے"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اللہ شافی

ملیریا بخار کی مجرب و آزمودہ دوا

کونین سے بڑھ کر مفید اور جملہ اقسام بخار کا دافع (تریاق بخار یا قاتل ملیریا) جس کے استعمال سے سخت سے سخت اور کئی کئی دن کا چڑھا ہوا بخار صرف چند خوراک کے استعمال سے بفضل خدا اتر جاتا ہے اور بخار اترنے کے بعد پھر اس کا استعمال آئندہ کے لئے بخار کو روک بھی دیتا ہے اور ایک شیشی پانچ سات مریضوں کے لئے کافی ہو سکتی ہے پس ایسی مفید اور مجرب دوا کا ہر گھر میں رہنا باعث آرام ہے اور اس کے مفید اور مجرب ہونے کے متعلق ہزارہا شہادتیں موجود ہیں پس مبارک ہیں وہ جو ایسی نایاب دوا سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی اپنے تجربہ سے مطلع فرمائیں

قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ چار آنہ کلدار بغیر محصول وغیرہ

خواہشمند اس کو طلب فرماتے وقت جب تک کہ چار آنہ کے ٹکٹ لفافہ میں بند کر کے روانہ نہیں کریں گے اس وقت تک ان کی فرمائش کی تعمیل نہیں کیجائے گی۔

المشتہر

منیجر شفاخانہ سعادت منزل متعلقہ عالیجناب مولوی حکیم میر سعادت علی صاحب منصبدار معالج امراض کہنہ

شاہ علی بنڈہ چوک اسپاں حیدر آباد (دکن)

تبلیغ کے لئے بہترین کتابیں

آریہ مذہب کی حقیقت آریوں میں تبلیغ کے لئے بے نظیر کتاب جسپر الفضل مسلم آؤٹ لک ریفارم ایڈیشن اراسیاست وغیرہ اخبارات نے نہایت زبردست ریویو کئے۔ اور اکثروں نے یہ لکھا کہ آریوں میں تبلیغ کے لئے آج تک اس سے بہتر کوئی کتاب شایع نہیں ہوئی۔ اشدھی کے جہاز کو پاش پاش کرنے کیلئے یہ بہترین تارپیڈو ہے۔ آریوں نے اشدھی کے لئے جو بھیڑ اٹھایا ہے۔ اس لئے آج کل ہر ایک مسلمان کے ہاتھ میں یہ تبلیغی حربہ ہونا چاہیئے۔ قیمت ایکروپیہ (عہ)

ہندو دہرم کی حقیقت یعنی سناتن دہرم پر ایک تنقیدی نظر آج تک مسلمانوں کی طرف سے سناتن دہرم کے متعلق بہت ہی کم لٹریچر مہیا کیا گیا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں میں تبلیغ کی بہت ضرورت ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کو آریوں کی طرح اسلام سے خدا واسطہ کا بیر نہیں ہے۔ لہذا اس قابل قدر کتاب نے ایک بڑی بھاری ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس کتاب کے متعلق ذی علم دوستوں کی یہ رائے ہے۔ کہ آج تک سناتن دہرم کے متعلق کوئی ایسی جامع کتاب شایع نہیں ہوئی۔ لہذا دوستوں کو چاہیئے کہ اس تبلیغی حربہ کو نہ صرف پڑہیں۔ بلکہ اگر اشاعت اسلام کے لئے خدائے ذوالجلال توفیق دے۔ تو اسے کثرت کے ساتھ سناتنی دوستوں میں مفت تقسیم کریں۔ قیمت صرف ایکروپیہ آٹھ آنہ (عہ)

پروفیسر رامدیو کے چھ سوالوں کے جواب مشہور آریہ اوپدیشک پروفیسر رام دیو بی۔ اے کے اسلام پر حسب ذیل چھ اعتراضوں کا دنداں شکن جواب (۱) قرآن مجید آنحضرت کا روزنامچہ ہے (۲) فرشتوں کا ذکر شاعرانہ ہے۔ (۳) پردہ بری چیز ہے۔ (۴) کثرت ازدواج زناکاری ہے۔ (۵) گوشت انسان کی قدرتی غذا نہیں ہے۔ (۶) قرآن مجید کی نسبت گیتا اور رامائن زیادہ پاکیزہ ہیں۔ اس رسالہ میں ان سوالوں کا ایسا دنداں شکن جواب دیا گیا ہے کہ معترض کو گھر تک پہنچا دیا ہے۔ اور تو اور خود پروفیسر موصوف بھی اس کو پڑھ کر داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ قیمت صرف آٹھ آنہ (۸/)

ست اوپدیش یہ کتاب کس پایہ کی ہوگی۔ اس کے لئے آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی رائے مبارک ملاحظہ کرنا چاہیئے۔ آپ لکھتے ہیں کہ۔ "کتاب ست اوپدیش" میں نے پڑھی۔ مجھے کتاب بہت پسند آئی۔ اس کے ختم کرتے کرتے انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ باوا صاحب ضرور مسلمان تھے۔ اور دل اسپر مطمئن ہو جاتا ہے۔ گویا یہ بحث مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اللہ آپ کی اس کوشش کو نیک ثمرات پیدا کرنے کا موجب بنائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہماری جماعت اس کتاب سے خود بھی فائدہ اٹھائیگی اور بکثرت اس کتاب کو خرید کر دوسروں میں تقسیم کریگی۔ دس کتابیں آپ میری طرف سے سکھوں میں تقسیم کر دیں۔ اور قیمت وصول کر لیں"۔ قیمت صرف ایکروپیہ (عہ)

پتہ: منیجر نور بک ڈپو قادیان ضلع گورداسپور